32- السـ
33- الأحـ
34- سبـ

سورۂ احزاب

مدنی ہی اس کے حروف (۵۷۹۶) کلمات (۱۲۸۰) آیات (۷۳) ہیں -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے -

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ۙ
وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ۙ وَّتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ اے نبی اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی
اطاعت نہ کرو - بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے - اور تمہارے پروردگار کی طرف
سے جو کچھہ تم پر وحی کیجاتی ہے اسکی پیروی کرو - بیشک اللہ اُس سے جو تم کرتے ہو خبردار
ہے - اور تم اللہ پر بھروسہ کرو - اور اللہ کارساز کافی ہے یعنی اے نبی تقوے پر قایم رہو
اور کافروں اور منافقوں سے مشورہ نہ لو اور نہ انکی بات سنو - یہ تنبیہ بالاعلےٰ علے الادنےٰ
ہے یعنی جب اشرف الخلق کو یہ خطاب فرمایا تو آپکے سوائے دوسروں پر یہ حکم بدرجۂ اولےٰ
واجب ہے - طلق بن حبیبؓ نے فرمایا تقوے یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نور کی حالت

ـلہ ابن کثیر - ۱۲

يعملون
بصیری ساتھ
یا بغیب کے -

ہوکر ثواب الٰہی کی نیت سے اسکی بندگی ادا کرے اور اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے اسکی
طرف سے نور کی حالت پر ہوکر اُس کے عذاب کے خوف سے معصیت چھوڑ دے اس لئے
کہ اللہ تعالےٰ سب کاموں کا انجام جانتا ہے اور اقوال و افعال میں حکیم ہے اسکی فرمانبرداری
واجب ہے چنانچہ فرمایا کہ جو کچھ تمھارے پروردگار کی طرف سے وحی کی گئی ہے (قرآن و
سنت سے) اُسی کی اتباع کرو اس لئے کہ اللہ تعالےٰ اُس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو
اُس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اور اپنے جمیع امور و احوال میں اللہ تعالےٰ
ہی پر بھروسہ کرو کیونکہ جو شخص اسپر بھروسہ کرے اللہ تعالےٰ اسکو کافی ہے۔ اللہ تعالےٰ
نے ان آیتوں میں پہلے تقوے کا حکم دیا کہ عبودیت کا کمال ہے۔ پھر اتباع کفر سے
روکا جو تقوے کی منافی ہے۔ پھر اتباع وحی کا حکم دیا تا کمالِ علم و فضل حاصل ہو۔
پھر توکل کی تعلیم دی تا اطمینانِ کلی حاصل ہو اس لئے فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ
مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ ع ۱
وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ
يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ

الّٰٓـِٔيْ غیث النفع یکھو
تَظَّهَّرُوْنَ نافع وابن کثیر وابو عمرو۔
تَظَّاهَرُوْنَ ابن عامر
تَظَاهَرُوْنَ حمزہ وکسائی

امھاتکم۔ جمع ام ہے اس میں ہا زاید ہے جیسے اراق میں اہراق۔ ادعیاءکم۔ جمع دعی ہے۔
فعیل بمعنے مفعول کے۔ یعنے وہ کہ جسے بیٹا کہہ کے پکاریں اور اپنا بیٹا بنائیں جسے متبنّےٰ کہتے ہیں۔
ذالکم۔ ای النسب۔ اقسط۔ ای اعدل (ابن جریر عن قتادہ) ۱۲-

بیان متبنیٰ

فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۗ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا
تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ اللہ نے کسی شخص کیلئے دو دل اسکے اندر
(یعنے سینے میں) نہیں بنائے۔ اور نہ تمہاری اُن بی بیونکو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری
مائیں بنائیں۔ اور نہ تمہارے منہ بولونکو تمہارے بیٹے بنائے۔ یہ تو تمہارا کہنا تمہارے
منہ سے ہے۔ اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی راستہ دکھاتا ہے۔ تم اُن (لے پالکوں) کو انکے باپ
کی طرف (منسوب کرکے) پکارو یہی اللہ کے نزدیک بہت ٹھیک ہے۔ پھر اگر تم اُن کے
باپ کو نہ جانتے ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور تمہارے مولے ہیں۔ اور تم پر کچھہ گناہ
نہیں جسمیں تم نے خطا کی۔ ولیکن جسکا تم دل سے ارادہ کرو (تو یہ گناہ ہے) اور اللہ
بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنے جیسے ایک شخص کے لئے دو دل نہیں ہوتے اسیطرح جس
چیز کیلئے کوئی حکم اصلی ثابت ہو تو مجازی بمنزلِ اصل نہیں ہوسکتا اس لئے فرمایا تمہاری
ان زوجات کو جنسے تم ظہار[2] کرلیتے ہو تمہاری مائیں نہیں بنائیں بلکہ تمہارے اس قول کی

بیان تحقیق۔ بیان ظہار

[1] اشارہ۔ اللہ تعالےٰ نے تجھے نعمت ہستی سرفراز فرمائی اور تجھیں ایک ہی دل رکھا تاکہ تو اسکی محبت میں یک جہت
و یکرو ہو۔ اور غیر حق سے روگرداں ہو کر اسکی طلب و جستجو ہو۔ نہ کہ تو یکدل کو صد پارہ کرے۔ اور ہر ایک کو ایک مقصد کیلئے آوارہ کرے۔

اے آنکہ بقبلۂ بتان دوست ترا۔	رباعی	بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا۔
دل در پئے این و آن نہ نیکوست ترا		یک دل داری بس است یکدوست ترا

[2] یعنے شوہر اپنی بی بی کو اپنے کسی محارم کے عضو سے تشبیہ دے مثلاً کہے کہ تو میری ماں کے

تکذیب کی اور اسکی عقوبت میں تم پر کفارہ لازم کیا اور نہ تمھارے منہ بولوں کو تمھارے بیٹے بنایا۔ تم اپنی منہ سے کسی کو ماں اور کسیکو بیٹا بناتے ہو لیکن تمھاری کہنے سے اللہ تعالے کے پاس وہ حکم نہیں ہو سکتا۔ پس ایک شخص کے دو باپ نہیں ہو سکتے۔ جیسے ایک آدمی کو دو دل[1] نہیں ہوتے۔ یہ آیت زید[2] بن حارثہ کے شان میں نازل ہوی۔ جسکو آنحضرت[صلعم] نے نبوت سے پہلے متبنّٰے[3] بنایا تھا۔ یہانتک کہ لوگ انھیں زید بن محمد کہا کرتے تھے تو اللہ تعالے نے اس الحاق و نسبت کو منقطع فرمایا اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالے حق فرماتا ہی یعنی عدل کی ہدایت دیتا ہی اور سیدھی راہ چلاتا ہی۔ پس تمھیں چاہئے کہ اُسی کے حکم پر چلو اور اُسکا تو یہ حکم ہی کہ ان متبناؤں کو اُن کے باپ کے ناموں سے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) پشت یا شکم کے مثل ہے تو اس عورت سے مباشرت حرام ہو جاتی ہے جبتک کہ کفارہ نہ ادا کرے۔ [1] اکثروں نے لکھا کہ یہ آیت قریش میں سے ایک شخص کی شان میں نازل ہوی جسے ذو القلبین کہتے تھے اور وہ خود بھی مدعی تھا کہ میرے دو دل ہیں۔ اور ہر ایک میں عقل وافر ہی۔ پس اللہ تعالے نے اس آیت سے اُسکا رد فرما دیا۔ یہی قول مجاہد و عکرمہ و حسن و قتادہ ہی۔ یہی عوفی نے ابن عباس سے روایت کی اور اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا (ابن کثیر) [2] عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ ہمکو یہ خبر پہونچی کہ یہ آیت دربارہ زید بن حارثہ نازل ہوی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بطور مثال بیان فرمایا کہ جیسے کسی کے جوف میں دو دل نہیں ہوتے اسیطرح دوسرے کا بیٹا تیرا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اور یہی قول مجاہد و قتادہ و ابن زید ہی۔ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ زید بن حارثہ حقیقت میں آنحضرت کے آزاد کیے ہوی غلام تھے اور ہم لوگ انکو زید بن محمد کہا کرتے تھے یہانتک کہ قرآن نازل ہوا اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (ابن کثیر) ۔ انجاری و مسلم و ترمذی و نسائی) [3] یعنی اسطرح پرورش فرماتے تھے جیسے کوئی بیٹے کو پرورش کرتا ہے۔ ۱۲

پورا انصاف ہی۔ ابتدای اسلام میں لے پالک کو اپنا بیٹا قرار دیتے تھے تو اللہ تعالے نے
ان سکے نسب کو ان کے آبای حقیقی کی طرف منسوب کرنیکا حکم فرمایا۔ ہان رضاعی[1] لڑکا
بجای صلبی کے ہی۔ اور شفقت و محبت سے کسیکو بیٹا[2] کہنا یا بزرگی و عظمت سی کسیکو باپ کہنا
اس آیت کی نہی میں داخل نہیں۔ بلکہ جایز ہی۔ پھر اگر تم اُن کے باپ کو نہ جانتے ہو تو
وہ لوگ دین میں تمھارے بھائی و موالی اور دوست ہیں اور تم پر اس صورت میں کچھ
گناہ نہیں کہ تم نے اس نسبت میں خطا کی یعنی کسی کو بعد کوشش خطا سے اُس کی حقیقی
باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کیا۔ کیونکہ خطا اور چوک گناہ[3] نہیں لیکن ایسی
صورت میں گناہ ہی کہ جان بوجھکر۔ واور اللہ غفور رحیم ہے مسئلہ۔ ایک کی اولاد ہو کر
دوسرے کی طرف منسوب کرنا ممنوع ہی جیسے شیخ سید بنے یا مغل پٹھان ہو جای بخاری میں ہے
من ادّعیٰ الی غیر ابیه وھو یعلم انه غیر ابیه فالجنة علیه حرام۔ جب یہ بیان فرمایا کہ حقیقی ماں
باپ وہی ہیں کہ جس سے لڑکا پیدا ہوا ہو اور اسکے سوا جو ہیں مجازی ہیں لیکن شرع مثل
حقیقت ہی بلکہ بعض جای شریعت حقیقت پر غالب آجاتی ہی۔ تو اب شارع کو اختیار ہے کہ

---

[1] صحیحین میں ہی کہ تحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب (ابن کثیر) [2] چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سی مروی ہی کہ آنحضرت نے مجھے خطاب کر کے فرمایا ای میرے بیٹے (ابن کثیر از صحیح مسلم و ترمذی و ابو داود) [3] حدیث میں ہی کہ ان اللہ رفع عن امتی الخطاء والنسیان والامر الذی یکرھون علیه یعنی اللہ تعالے نے میری امت سی بھول چوک اٹھا دیا اور ایسی امر کو بھی اٹھا دیا جسپر وہ زبردستی مجبور کیے گئے ہوں (ابن کثیر) [4] دیکھو زانی کو ولد زنا کا

جو چاہیں حکم کریں اسی لئے نبی کو باپ سے زیادہ اور اونکے ازواج مطہرات کو حرمت و تعظیم میں

بجائے ماں کے ٹھہرایا جسطرح فرمایا۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ

اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۞

نبی بہ نسبت مومنوں کے انکی ذات سے اولیٰ ہیں۔ اور نبی کی بی بیاں مومنوں کی مائیں ہیں

اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں بہ نسبت مومنوں و مہاجروں کے ایک دوسرے کے زیادہ

مقدار ہیں۔ مگر یہ کہ اپنے دوستوں کے ساتھ احسان کرو۔ یہ (حکم اللہ کی) کتاب میں لکھا ہوا ہے

نبی کا مومنوں کے حق میں انکی ذات سے مقدم و اولیٰ ہونا اسلئے ہے کہ آنحضرت جو حکم کریں گے وہ عین صلاح

و فلاح ہے اور نفس کا حکم باعث شقاوت ہے۔ تو چاہیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بندہ کے پاس

اسکی نفس کے بہ نسبت زیادہ دوست ہوں یعنی حضرت کو اپنی جان سے زیادہ محبوب اور عزیز رکھنا ضرور ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) باپ نہیں کہتے۔ یہ حکم شریعت ہے جو حقیقت پر غالب ہے۔ لہ یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم مرتبہ
میں باپ سے اشرف و اعلیٰ ہیں کیونکہ باپ صرف دنیوی تربیت کرتا ہے اور نبی کریم دنیوی و اخروی تربیت
فرماتے ہیں تو اسی لئے آپ کے زوجات تعظیم میں مثل امہات ہوئے۔

ازواج مطہرات کو مسلمانوں کی ماں کہنے میں ہم گنہگاروں کو بڑی بشارت ہے۔ کیونکہ جسمانی ماں جب اولاد
پر کوئی مصیبت آتی ہے تو بیقرار ہو جاتی ہے۔ جب قیامت میں ہمیں فرشتے عذاب کے گرفتار کرتے ہیں
تو یہ سردارنیاں پریشان ہونگی اور ضرور شفاعت کی طرف متوجہ ہونگی۔ پھر وہ مالک جسکو ہماری ماؤں کی
محبت ہے انشاء اللہ بخشدیگا وہو المراد و المطلوب ۱۲

چنانچہ[1] خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایمان والا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ میں اوسکے والد و اولاد و جان و مال سب سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔ ۵

امتاں را در دو عالم اوست دوست	دوستی با دیگراں بر بوے اوست
دوستی با اصل باید کرد بس	فرع را ہر چہ دارد دوست کس
اصل داری فرع ہرگز گو مباش	تن بماں و جاں بگیر اے خواجہ تاش

حضرت[2] عمرؓ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ آپ مجکو آل و اولاد وغیرہ سب سے زیادہ محبوب ہیں سوای اپنی ذات کے۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ ای عمرؓ ہرگز نہیں یہانتک کہ میں تجکو تیری جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں تو حضرت عمرؓ نے عرض کی واللہ ہو آپ مجکو میری جان و مال سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ پس فرمایا کہ ای عمرؓ اب ایمان پورا ہوا[3]۔ یہ بھی آپ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہیں مگر یہ کہ میں اُس کے پاس دنیا و

[1] صحیحین (مشکوٰۃ) [2] ابن کثیر (از بخاری) [3] پوری روایت یہ ہے کہ آنحضرت نے ایک وقت حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ ای عمر محبت کے بارہ میں کیا حال ہے۔ آپنے عرض کی یا رسول اللہ محبت تو آپکی اور آل و اولاد کی درمیان مشترک ہے۔ آنحضرت نے حضرت عمرؓ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اب کیا حال ہے۔ عرض کی آل و اولاد کی محبت جاتی رہی لیکن اپنے نفس کی محبت ابھی تک باقی ہے۔ آپنے حضرت عمرؓ کے سینہ پر دوبارہ ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اب کیا حال ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ اب آپ مجکو میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں (لمعات) [4] ابن کثیر (از بخاری) ۱۲۔

آخرت میں سب سے اولے ہوجاؤں اور تمھارا جی چاہے تو آیت اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ - کو پڑھو
پس جو مومن کہ اپنے انتقال کے وقت مال چھوڑے تو اسکے عصبات کے واسطے ہے یعنے اس کے
وارث جو کوئی ہوں موافق حکم الٰہی لیلیں - اور جو شخص اپنے پر قرضہ چھوڑے یا اپنی اولاد بغیر کفالت
چھوڑے تو وہ میرے پاس آئے کہ میں ہی اسکا متولی ہوں" اور اس آیت میں آپکی آل اطہار و
قرابتدار داخل ہیں - چنانچہ حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی کے ساتھ یمن
کی طرف جہاد کیا تو مجکو وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ سختی پہونچی - جب میں لوٹکر آنحضرت
خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت علی کا ذکر کیا اور کچھ نقص بیان کیا - میں نے دیکھا کہ آنحضرت کا چہرہ
مبارک متغیر ہوا - اور فرمایا کہ اے بریدہ کیا میں مومنوں کے حق میں انکی ذات سے اولی نہیں
ہوں" میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ آپنے فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ یعنی میں جسکا مولا ہوں علی
اسکا مولی ہے" اللہ تعالی نے آپکی اولویت کو مطلق فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز میں خواہ وہ امور دنیوی ہوں یا
دینی آپکی اولویت مسلم ہو گئی - تو آپکو جان و مال و اولاد وغیرہ سب سے زیادہ عزیز رکھنا چاہئے -

تفسیر عزیزی

لے بات یہ ہے کہ دفع حاجات کے مراتب میں پہلے دفع حاجت نفس ہے - پھر دفع حاجات اصول و فروع پھر جو ان کے
سوای اقارب ہوں پھر اجنبیوں کی حاجت رفع کرنا ہے - غرض نفس کی دفع حاجت سب سے مقدم ہے چنانچہ حدیث
میں اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ ثُمَّ بِمَنْ تَعُوْلُ - چونکہ دفع حاجت نفس فراغت عبادت الٰہی کے لئے ہے اور کیفیت عبادت
کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے تو آپ کا حکم سب سے مقدم ہے پھر آپکے حکم کے بعد نفس کو
چاہیے کہ اسمیں کچھ چون وچرا نکرے بلکہ اسکو بصدق دل قبول کرلے - ۲ امام احمد ونسائی و ابن ابی شیبہ (در) ۱۲-

پھر ازواجِ مطہرات کو مسلمانوں کی ماں فرمایا یعنی جیسی ماؤں سے ان حقیقی ماؤں کی تعظیم وتکریم زیادہ ہونی چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُنسے نکاح جائز نہیں اور سب مثل ماؤں کے دائمی حرام ہیں۔ پھر قرابتداروں کی میراث کا ذکر فرمایا کہ بنسبت مؤمنین و مہاجرین[1] کے وہ مقدم ہیں۔ سوای اس کے کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرو یعنی زندگی میں کچھ ہبہ کرو یا ترکہ میں ثلث کی وصیت کرو۔ یہ حکم کتاب[2] الٰہی میں لکھا ہوا تھا وجہ ربط[3] ماقبل سے اسطرح ہے کہ نبی اُنکی ذات سے مقدم و بہتر کیوں نہ ہوں گے ہم نے اون کو اخذ میثاق میں سب نبیوں سے پہلے ذکر کیا ہے۔ گو وہ زمانہ کی لحاظ سے متأخر ہیں جسطرح کہ فرمایا

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۙ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ

[1] ابن عباس وغیرہ نے بیان فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو انصار کے ساتھ بھائی چارہ کروا دیا تھا جسکی وجہ سے انصاری کے مرنے پر اُس کے قرابتی میراث نہیں پاتے تھے۔ بلکہ اسکی میراث اُسکا دینی بھائی مہاجر پاتا تھا۔ پھر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ کر دیا۔ کہ میراث کے حق میں اولو الارحام اولے ہیں۔ اور یہی سعید بن جبیر و دیگر علماے سلف وخلف سے روایت ہے (ابن کثیر) [2] اگرچہ اللہ تعالے نے چند روز خاص یہ حکم دیدیا تھا کہ دینی برادروں میں میراث جاری ہو۔ مگر علمِ الٰہی میں یہ حکم ایک خاص زمانے تک تھا پھر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ کر دیا۔ [3] وجہ تعلق ماقبل سے یہ بھی ہے کہ نبی مؤمنوں کی ذات سے اس لئے اولے ہیں۔ کہ ہم نے اُن سے عہد لیا ہے کہ اچھی بات امتوں کو سکھلائیں اور بُری بات سے منع کریں ۱۲۔

مواخاتِ مہاجرین وانصار۔ آیت ۶ تا ۸

وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۠ اور (اے نبی یاد کرو) جب ہم نے نبیوں سے انکا عہد لیا اور تم سے اور نوح و ابراہیم و موسٰے و عیسٰے بن مریم سے (عہد لیا) اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔ تاکہ (اللہ) سچوں سے انکا سچ دریافت فرمائے۔ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ اللہ تعالٰے نے اس آیت میں پانچ اُولوالعزم پیغمبروں سے[1] اور باقی انبیاء سے عہد لینے کا ذکر فرمایا۔ اور وہ عہد یہ تھا کہ دینِ الٰہی پر قائم رہیں اور[2] انکا پیغامِ الٰہی ادا کریں۔ اس آیت میں نبیوں کے بعد خاص طور سے پانچ اُولوالعزم پیغمبروں کا ذکر فرمایا۔ اور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو بسبب شرف و بزرگی کے سب سے پہلے ذکر فرمایا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ میں[3] پیدائش میں سب انبیاء سے پہلے اور دنیوی بعثت میں سب کے آخر ہوں۔ اسی لئے اللہ نے سب سے پہلے میرا نام بیان فرمایا۔ بعدِ ذکرِ ارسالِ رُسل انجامِ مکلفین کو بیان فرمایا کہ یا حساب ہوگا یا عذاب۔ چنانچہ علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔[4] اَلدُّنْيَا حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عَذَابٌ۔ بعد عذاب کافرین کے مسلمانوں کی نعمت کا ذکر فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

[1] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اولادِ آدم میں پانچ پیغمبر سب سے بہتر ہیں۔ نوح و ابراہیم و موسٰے و عیسٰے و محمد صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ۔ اور ان سب سے بہتر محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں (ابن کثیر از بزار۔ اور کہا کہ حمزہ زیّات راوی میں کسیقدر ضعف ہے) [2] بعض نے بیان کیا ہے کہ یہ وہ عہد ہے جو پشتِ آدم سے ذریات نکالے جانے کے وقت لیا گیا تھا۔ [3] (ابن کثیر از ابن ابی حاتم) [4] تفسیر کبیر ۱۲

33-9

اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا

لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ

اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ

بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝

ایمان والو اللہ کی نعمت اپنی یاد کرو جب تم پر لشکر آگئے۔ پھر ہم نے اُن پر ہوا بھیجی اور

یعملون بصری ساتھ یائے غیب کے یعنی مشرکین جو کرتے ہیں۔ الظنونا نافع و شامی و شعبہ ساتھ اثبات الف کے وصل و وقف میں۔ اور بصری و حمزہ ساتھ حذف کے دونوں حال میں۔ اور مکی و حفص و کسائی ساتھ حذف الف کے وصل میں۔

اذ جاء تکم۔ نعمت اللہ سے بدل ہے یا اسکا ظرف ہے۔ اذ جاؤکم۔ اذ جاءتکم سے بدل کل ہے۔ یا وہ متعلق تعملون سے یا بصیرا سے ہے۔ من فوقکم ومن اسفل منکم۔ احتمال ہے کہ یہ کنایہ جمیع جوانب کے احاطہ سے ہو یعنے مشرکوں نے مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ واذ زاغت۔ یصح ان یکون اشارۃ الی ما یداخلہم من الخوف حتی اظلمت ابصارہم۔ ویصح ان یکون اشارۃ الی ما قال یرونہم مثلیہم رأی العین (مفردات) الحناجر جمع حنجرۃ وھی رأس الغلصمۃ من خارج (مفردات) الغلصمۃ۔ رأس الحلقوم وھو الموضع الناتی فی الحلق (مختار) الظنونا۔ ظن باوجودیکہ مصدر ہے لیکن اسکی جمع بسبب اختلاف انواع کے کی گئی ہے۔ اور جمع میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ظنون مختلفہ کل کے کل صادق نہیں ہو سکتے تو قطعی طور سے معلوم ہوا کہ بعضوں کا گمان غلط تھا جس کا بیان آتا ہے۔ اور الف جو الظنونا اور اسکے امثال سبیلا اور رسولا میں زائد ہے اسمیں فواصل نثر کی قوافی شعر کے ساتھ تشبیہ ہے کیونکہ جسطرح الف اطلاق کبھی قوافی شعر کو لاحق ہوتا ہے اسیطرح فواصل نثر میں بھی آتا ہے۔ وزلزلوا۔ ای زعزعوا من الرعب (مفردات) ای ازعجوا ازعاجا قویا وذلک ان الخائف یکون قلقا ومضطربا لا یستقر علی مکان ۱۲۔

ایسی لشکر (بھیجے) کہ جنھیں تم نے نہیں دیکھا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔

جب وہ تم پر تمہارے اوپر (کی جانب) سے آئے۔ اور تمہارے نیچے (کی طرف) سے۔ اور

جب آنکھیں پتھرا گئیں۔ اور دل حلقوم میں پہونچے اور تم اللہ کے ساتھ طرح طرح کے

گمان کرتے تھے۔ وہاں مومنوں کی آزمایش کی گئی۔ اور خوب زور سے ہلا دئے گئے۔

شانِ نزول حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں روز احزاب (غزوۂ خندق)[1] میں اتریں۔ غزوۂ خندق[2] ماہ شوال سنہ ۵ھ میں ہوا۔ اسکا سبب یہ تھا کہ جب یہود بنی نضیر شہر بدر کئے گئے تو ان کے سرداروں میں سے حیی بن اخطب وغیرہ مکہ کو آئے۔ اور قریش کو حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے بلایا اور کہا کہ ہم تمہارے ساتھ رہکر انھیں پامال کردیں گے۔ قریش یہ سُن کر خوش ہوئے اور لڑائی کے لئے چلنے تیار ہوئے۔ پھر وہ قبیلہ غطفان کے پاس آئے۔ اُن سے بھی اسیطرح کہا وہ بھی ہمراہ ہوگئے۔ غرض بہت سے قبایل جمع ہو کر کل لشکر دس ہزار کا ہوگیا۔ جب قریش نکلنے کو تیار ہوگئے تو قبیلۂ خزاعہ سے چند سانڈہنی سواروں نے چار شب میں

بیانِ غزوۂ خندق[3]

[1] ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وبیہقی دلایل میں اور بخاری اور نسائی وغیرہ میں بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آیتِ اذجاؤکم من فوقکم الآیۃ میں روز خندق کا بیان ہے (در) [2] معرب کندہ ہے وہ ایک عمیق گڑہا ہے جو اطراف لشکر و شہر کے ہوتا ہے۔ [3] بعضوں نے سنہ ۴ھ میں کہا۔ یہ عاصی نے اس غزوۂ خندق کو سیرت حلبی سے ترجمہ کیا۔ جو سیر میں بہت معتبر کتاب ہے۔ ۱۲

مدینہ منورہ پہونچکر آنحضرت کو خبر دی حضرت نے لوگوں کو بلایا اور دشمن کے آنیسے
مطلع فرمایا حضرت سلمان فارسی نے خندق کی رای دی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ
ہم ملک فارس میں دشمن سے بچنے کیلئے خندق کہود لیا کرتے تہے ۔ آنحضرت کو بہی
یہ بات پسند آئی ۔ آپ گہوڑی پر سوار ہوکے مہاجرین وانصار کو ہمراہ لیکر آبادی مدینہ سے
تہوڑی دور پر تشریف فرما ہوئے ۔ اور کوہ سلع کو اپنی پیٹہ پیچہے رکہکر مقام فرمایا ۔ لوگونکو
سعی وکوشش کی ترغیب دی ۔ اور نصرت وفتح کا وعدہ فرمایا بشرطیکہ وہ صبر کریں ۔
اور خندق[1] بہی اُسی جاے کہودنا شروع ہوا ۔ اس لئے کہ اطراف مدینہ عمارتوں اور
بازاروں سے مسدود ومحفوظ تہا اور بعضی مواضع جو طرف جبل سلع شرقی مدینہ میں تہی
وہ جای کشادہ تہی وہیں لشکر ظفر پیکر بہی فروکش ہوا ۔ اور وہیں خندق کہودنیکی
تیاری ہوئی ۔ اور خود آنحضرت بہی بنفس نفیس صحابہ کے ساتہ اس کام میں شریک ہوئے[2]
صحابہ کو اس خندق کہودنے میں نہایت تعب ہوا ۔ یہ زمانہ قحط سالی کا بہی تہا صحابہ
بہوک سے بیقرار تہے ۔ آنحضرت صحابہ کی حالت دیکہکر ابن رواحہ کا یہ قول پڑہنے لگے[3]

اَللّٰهُمَّ لَاعَيْشَ اِلَّاعَيْشُ الْاٰخِرَةْ	فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

[1] آنحضرت نے موضع خندق کو خط کہینچکے اسطرح تقسیم فرمایا کہ ہر دس شخص چالیس گز اور ایک روایت میں ہے کہ ہر دس شخص دس گز ۔ (مدارج النبوۃ) [2] بخاری ۔ [3] شعر پڑہنے سے کام میں آسانی ہوتی ہے ۔ اور عرب کی عادت اُنہوں میں اسطرح جاری ہے کہ اکثر رجز کا استعمال کیا کرتے ہیں ۔ ۱۲

اور ایک روایت کے یہ لفظ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرَ الْاٰخِرَه	فَاَكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَه

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے جواب میں اسطرح عرض کرتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا	عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک مٹی اٹھانے سے گرد آلود ہو گیا تھا۔ آپ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی ارشاد فرماتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا	وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا	وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا
وَالْمُشْرِكُوْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا	وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

آپ اَبَيْنَا اَبَيْنَا کو بار بار پڑھتے اور آوازِ مبارک کو بلند فرماتے تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے

بِاسْمِ الْاِلٰهِ وَبِهٖ بَدَيْنَا	وَلَوْ عَبَدْنَا غَيْرَهٗ شَقِيْنَا

فَحَبَّذَا رَبًّا وَحَبَّ دِيْنًا۔

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جب مٹی اٹھانے کیلئے ٹوکری نہ ملتی تو بوجہ عجلت اپنی

لہ یعنے ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے آنحضرت سے جہاد پر بیعت کی کہ جبتک ہماری جان میں جان ہے آپ کے ساتھ رہ کے جہاد کریں گے۔ ۲ہ بخاری از حدیث براء ابن عازب رضی اللہ عنہما ۳ہ بیہقی از سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۱۲-

کہرونمیں مٹی اٹھاتے۔ اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ قوی آدمی تھے۔ آپ تن تنہا دس شخصوں کے برابر کام کرتے۔ مہاجرین نے یہ دیکھکر کہا کہ سَلْمَانُ مِنَّا۔ یعنی سلمان ہماری میں سے ہیں۔ انصار نے کہا سَلْمَانُ مِنَّا۔ آنحضرت نے سنکر فرمایا سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَیْتِ[1]۔ پہر خندق کہودنے میں ایک پتھر ایسا آیا کہ صحابہ اسکے پھوڑنے سے عاجز ہوی۔ آنحضرت[2] خود وہاں تشریف فرما ہوی اسوقت آپ کے شکم مبارک پر پتھر[3] بندہا ہوا تھا۔ اور صحابہ کہتے ہیں کہ ہم تین دن سے کچھ نہ چکھے تھے۔ آپنے پھاوڑا یا کدال اُسپر مارا

[1] (طبرانی) یعنی سلمان ہماری اہل بیت سے ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ متابعت ہی ہے جو اجنبی تابع کو جزو متبوع کا کردیتی ہے سبکو معلوم کہ سلمان فارس کے رہنے والے ہیں۔ صرف پیروی کے باعث اس خطاب سے سرفراز ہوی ہیں۔ جسطرح متابعت سے اتصال ہے۔ اسی طرح مخالفت سے انفصال ہے۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالے نے تمام نیکیوں کو ایک مکان میں جمع کرکے مقفل فرمایا۔ اور اسکی کنجی آنحضرت کی اطاعت کو بنایا چنانچہ فرمایا۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ یعنے کہدو ای نبی کریم اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تو خدا بھی تم پر مہربان ہے (رہبر طریقت)

[2] صحیح بخاری وغیرہ

[3] اس غزوہ میں بہت سے معجزات ظاہر ہوے۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ خندق کہودنے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت کو شکم مبارک پر پتھر باندھے ہوے دیکھکر اپنے گہر گئے۔ اور اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے آنحضرت کو بہوکا پایا ہے۔ آپ کے کہانا کہانے کی کچھ تدبیر کرنی چاہیئے۔ انہوں نے ایک صاع جو کا آٹا نکال کر گوندہ کے خمیر کیا۔ اور ایک بکری کا بچہ ذبح کروایا۔ حضرت جابر نے چپکے سے حضور میں عرض کی کہ میں نے تہوڑا کہانا پکوایا ہے۔ سرکار تشریف فرما ہوں

معجزۂ اخبار غیب - ۱

وہ ایک تہائی ٹوٹ گیا۔ اور اسمیں سے چمک نکلی جس سے آپکو عمارات ملکِ شام نظر آئیں آپنے اللہ اکبر کہکے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھے ملکِ شام دیا۔ پہر آپنے دوسری بار اُسپر کدال مارا ساتہ ہی اسمیں سے چمک نکلی جسمیں آپ کو عمارات ملکِ فارس نظر پڑیں۔ آپنے اللہ اکبر کہکے فرمایا خدای تعالے نے مجھے ملکِ فارس دیا۔ پہر آپنے اسپر کدال مارا۔ اور اُسمیں سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آنحضرت نے بلند آواز سے فرمایا ای اہلِ خندق تمہارے لئے جابر نے کہانا پکوایا ہے جلدی چلو۔ اور حضرت جابر سے فرمایا کہ جبتک میں نہ پہونچوں ہانڈی نہ اتاریں اور روٹی نہ پکائیں۔ حضرت جابر نے جاکر اپنی بی بی سے کہا کہ کھانا تہوڑا ہے اور آنحضرت سب اہلِ خندق کو لئے تشریف لا رہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ حضرت جابر نے آنحضرت کا حکم سنا دیا کہ قبل تشریف آوری ہانڈی نہ اتاریں اور روٹی نہ پکائیں۔ پہر آنحضرت تشریف فرما ہوے۔ آٹے اور ہانڈی میں آبِ دہنِ مبارک ڈالکر دعاے برکت کی۔ اور جابر سے فرمایا کہ ایک اور روٹی پکانے والی کو بلالو۔ اور گوشت کی ہانڈی چوٹہے پر رہنے دو۔ اسمیں سے پیالیوں میں گوشت نکال کر دئے جاؤ۔ پہر آپ نے کہلانا شروع کیا۔ سب اہلِ خندق نے کہ ہزار آدمی تہے خوب سیر ہوکے کہایا۔ اور گوشت کی ہانڈی اسیطرح جوش کہا رہی تہی جیسے کہ پہلے تہی۔ گوشت ذرا بہی کم نہ ہوا۔ اور آٹا بہی اتنا ہی رہا جتنا پہلے تہا (سیرت حلبی)۔ اور یہ بہی معجزہ ظاہر ہوا کہ ابن سعد کی بیٹی تہوڑے سے چہوارے آنحضرت کے پاس لائی۔ آپ نے ہاتہ میں لیا تو دونوں ہاتہ پر نہ ہوے۔ پہر آپ نے کپڑا بچہوایا اور اُسمیں ڈالدیا۔ اور خندق والوں کو آواز دی کہ ناشتہ کرنیکے لئے آؤ۔ وہ آکر کہاتے جاتے تہے اور چہوارے بڑہتے جاتے تہے۔ یہانتک کہ وہ لوگ سیر ہوکر پلٹ کے چلے گئے۔ اور چہوارے کپڑے کی اطراف سے گرتے تہے۔ (سیرت حلبی) ۱۲ -

معجزۂ ازدیاد طعام - ۱

چمک نکلی جس سے آپکو عمارات ملک یمن دکھائی دیں۔ آپنے اللہ اکبر کہکے فرمایا خدای تعالی نے
مجھے ملک یمن دیا۔ اور وہ پتھر پاش پاش ہوگیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اوپر
دس دن میں خندق کھودنے سے فارغ ہوئے قریش اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جو دس ہزار تھے
آپہونچے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی تین ہزار مسلمان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کیلئے پتھر کا ایک قبہ نصب کیا گیا۔ آپنے مہاجرین کا جھنڈا زید بن حارثہ کو عنایت
فرمایا۔ اور لوائے انصار سعد بن عبادہ کو۔ ادہر لڑائی کی تیاری تھی۔ ادہر حیی بن اخطب نے
قریش و غطفان کے پاس کہلایا کہ ہر ایک ہزار ہزار آدمی روانہ کرے تا میں مدینہ کو لوٹوں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی مسلمانوں کو نہایت آفت کا سامنا ہوا۔ اور خندق
والوں کو اپنے سے زیادہ بچوں کا خوف ہوا۔ اور جب مشرکین نے خندق کو دیکھا تو کہا کہ
یہ ایک مکر ہے عرب کو اسکی خبر بھی نہ تھی۔ غرض یہاں لڑائی اسقدر ہوی کہ تیر اور پتھر ایک
دوسرے پر پھینکتے تھے۔ اتنے میں کافروں کے لشکر سے نوفل بن عبد اللہ نے چاہا کہ گھوڑا
کودا کر خندق پار ہوجائے لیکن وہ خندق میں گرا۔ اور اسکی گردن ٹوٹی حضرت علی شیر خدا نے
ایسا ہی وار کیا اُسکے دو ٹکڑے کردیا مشرکونکو اسکا بہت رنج ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہلایا کہ اگر آپ اسکی لاش ہمیں دفن کرنیکے لیے دیں تو ہم آپکو اسکی دیت دیتے ہیں آپنے

له ابن اسحاق نے کہا کہ سات سو تھے ۱۲

فرمایا کہ اسکی دیت خبیث ہے ہمیں اسکی دیت کی کچھ ضرورت نہیں اگر تم چاہو تو دفن کرلو ہم اس کے دفن کرنیسے منع نہیں کرتے ۔ پھر حیی بن اخطب نے بنی قریظہ کو بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے برانگیختہ کیا جس سے انہوں نے عہد توڑدیا یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نہایت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ بنی قریظہ کی خبر کون لائیگا ۔ حضرت زبیر نے عرض کی یارسول اللہ میں خبر لاتا ہوں ۔ آپ کہتے ہیں کہ میں گیا اور جب واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو فدا کرنے میں جمع فرمایا یعنی اسطرح فرمایا فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ ۔ پھر عمرو بن ود جو مشہور پہلوانوں میں سے تھا مقابلہ کو بلانے لگا اور کہتا تھا مَنْ یُبَارِزُ حضرت علی مرتضیٰ کھڑے ہوگئے اور عرض کی کہ یا نبی اللہ میں حاضر ہوں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا بیٹھ جاؤ ۔ کیونکہ وہ عمرو ہے ۔ پھر عمرو بار بار آوازہ کسنے لگا ۔ اور کہنے لگا کہ تمہاری وہ جنت کہاں ہے جو تم گمان کرتے ہو کہ تم مقتول ہونیکے بعد اسمیں داخل ہوتے ہو ۔ پھر کیوں میرے مقابلہ کیلئے کوئی نہیں نکلتا اور یہ اشعار پڑھنے لگا ۔ ؎

حضرت علی سے عمرو بن ود پہلوان کا مارا جانا

وَلَقَدْ بَحِحْتُ مِنَ النِّدَا	ءِ بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُبَارِزْ
اِنَّ الشَّجَاعَةَ فِی الْفَتٰی	وَالْجُوْدُ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِزْ

پھر علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ میں اسکے مقابل آتا ہوں

آپنے فرمایا وہ عمرو ہے۔ بیٹھو۔ حضرت علیؓ نے عرض کی اگرچہ وہ عمرو ہی کیوں نہو۔ اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو اجازت دی اور اپنی تلوار ذوالفقار عنایت کی اپنا لوہے کا زرہ پہنایا۔ اپنا عمامہ سر پر باندھا۔ پھر آپنے دعا کیلئے اپنا عمامہ آسمان کیطرف بلند کیا اور عرض کرنے لگے کہ الٰہی تونے عُبیدہؓ کو روز بدر لیا۔ اور حمزہؓ کو روز احد۔ اور یہ علی میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے پس تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو بہتر وارث ہے۔ پھر علی مرتضےٰؓ عمرو کے مقابلہ میں آئے اور یہ شعر پڑہنے لگے۔

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ اَتَاکَ	مُجِیْبُ قَوْلِکَ غَیْرُ عَاجِزٍ
ذُوْ نِیَّۃٍ وَّبَصِیْرَۃٍ	وَالصِّدْقُ مُنْجِیْ کُلَّ فَائِزٍ

پھر آپنے فرمایا اے عمرو۔ کیا تو نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ دو خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت کی طرف اگر کوئی تجھے بلائے تو تو قبول کریگا۔ اس نے کہا ہاں۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اور اسلام کی جانب بلاتا ہوں اس نے کہا مجھے اس سے کچھ غرض نہیں۔ آپنے فرمایا میں لڑائی کیلئے بلاتا ہوں اس نے کہا کہ میرا یہ خیال تھا کہ عرب میں سے کوئی مجھے اس بات سے نہیں ڈرائیگا۔ پھر عمرو نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ (کیونکہ آپ لوہے میں چھپے ہوئے تھے جس سے عمرو نہ پہچان سکا) آپنے فرمایا علیؓ۔ اس نے کہا کیا ابن عبد مناف۔ آپنے فرمایا میں علی بن ابی طالب ہوں

شیر خدا کا مقابلہ عمرو بن ود سے

کہا ای میرے بھتیجے تمھاری سوای تمھاری چچاؤں میں سے جو تم سے زیادہ قوی ہو وہ آئے۔
کیونکہ مجھے تمہارا خون بہانا برا معلوم ہوتا ہی۔ اس لیئے کہ تمھاری باپ میری دوست تھی۔
آپنے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے تیرا خون بہانا برا نہیں معلوم ہوتا۔ یہ سنکر عمرو کو غصہ آیا۔ حضرت
علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تجھسے میں کسطرح لڑوں۔ کیونکہ تو گھوڑے پر
سوار ہی۔ ہاں لڑنا ہو تو نیچے اتر۔ وہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور تلوار اپنی کھینچکر اپنے گھوڑے کے
ٹانگے کاٹے اور اس کے منہ پر مارا تاکہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ پھر علی مرتضے کی طرف
متوجہ ہوا۔ ایک دوسرے سے نزدیک ہو گئے۔ اور اسطرح گرد و غبار اٹھا کہ وہ دونوں
چھپ گئے۔ پس علی مرتضے نے اپنی سپر اسکے سامنے پیش کی۔ عمرو نے اسپر ایک ایسا
وار لگایا کہ وہ شق ہو کر تلوار اسمیں دھس گئی۔ اور آپکے سر مبارک کو بھی صدمہ پہنچا۔
پھر علی مرتضے نے ایک ایسا وار رگ گردن پر لگایا کہ جس سے عمرو چاروں خانے چت ہو کر
گر گیا۔ اور مسلمانوں نے تکبیر کہی۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تکبیر سنی تو پہچان لیا
کہ علی مرتضے نے عمرو کو قتل کر ڈالا۔ پھر علی مرتضے شاد و خرم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئے۔ اور جب عمرو قتل ہوا۔ تو اسوقت بعض مشرکین بھی خندق میں آگئے تھے
یہ واقعہ دیکھکر گھوڑے سوار رفوچکر ہونے لگے۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے انکا تعاقب
کیا اور ایک ایسی تلوار نوفل بن عبد اللہ کو لگائی جس سے وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور گھوڑے

تلوار اتراتی۔ لوگوں نے کہا ای ابا عبداللہ۔ آپکی تلوار کے جیسی تو ہم نے تلوار نہیں دیکھی آپنے
فرمایا ع تلوار کاٹتی ہی مگر ہاتھ چاہیے۔ اس غزوہ میں انصار[1] کا شعار[2] حٰمٓ لا ینصرون تھا
اور شعار مہاجرین یا خیل اللہ تھا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس سے رگ[3]
اکحل کٹ گئی حضرت سعد نے دعا کی یا اللہ اگر تو نے ہمارے اور قریش کے درمیان میں لڑائی
موقوف کر دی ہے تو مجھے شہادت نصیب کر لیکن مجھے موت نہ دینا یہاں تک کہ ہلاکی بنی
قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے آپکی دعا قبول فرمائی۔ اسکے بعد قریش
کو لڑنیکا موقع نہ ملا۔ اور آپکا انتقال ہوا یہانتک کہ بنی قریظہ آپ ہی کے حکم سے قتل کئے گئے
اور انہی دنوں میں ایک دن خندق کی ہر جانب سے لڑائی رات تک ہوتی رہی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اور نہ کسی مسلمان نے نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا پڑھی مسلمان
کہتے تھے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی آنحضرت فرماتے تھے میں نے بھی نہیں پڑھی۔ جب
لڑائی موقوف ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبہ کی جانب تشریف لائے اور بلال کو
حکم فرمایا تو انہوں نے ظہر کیلئے اذان اور اقامت کہی پھر آپنے نماز پڑھائی اور ہر نماز کے لئے
اقامت کہتے تھے اور آپ مع اصحاب نماز پڑھتے تھے۔ جابر[4] کی روایت میں آیا ہے کہ ہر نماز

لہ حدیث میں مسلمین کا لفظ ہے جس سے مراد شاید انصار ہیں۔ ۲ہ شعار قوم لڑائی میں جو ہوتا ہے اس سے مراد
وہ علامت ہے جس سے ایک دوسرے کو پہچان لیں (مختار الصحاح) ۳ہ اس رگ کو رگ حیات کہتے ہیں
بدن کی تمام رگیں اسی سے متفرق ہوتی ہیں۔ ۴ہ علامہ نووی نے ان دونوں روایتوں کو اسطرح جمع

کیلئے اذان اور اقامت کہی گئی۔ پھر انصار کی ایک جماعت کسی میت کو دفن کرنیکے لئے
نکلی تو بیس اونٹ جو اور چھوارے وغیرہ سے بہرے ہوئے ملے جنکو حیی بن اخطب نے اہل
قریش کی مدد و تقویت کیلئے روانہ کیا تہا۔ انصار نے انہیں اپنے قبضے میں کرکے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لائے جس سے اہل خندق کو فراخی ہوئی۔ پہر خالد بن
ولید ایک جماعت مشرکین کو لیکر مسلمانوں کو غافل پاکر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اس نے اسید بن
حضیر کو دیکھا کہ خندق پر دو سو مسلمانوں کو لئے کہڑے ہیں جب نزدیک ہوئے تو وحشی
قاتل حمزہ نے طفیل بن نعمان کو بھالا مارا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ بعد اسکے کفار رات کو
لوٹنے کے خیال سے گشت کیا کرتے تھے۔ مسلمان اسی وقت میں نہایت خوف زدہ تھے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار پر بد دعا کی۔ اور لوگوں سے فرمایا کہ اے لوگو ملاقات
دشمن کی آرزو نہ کرو۔ اللہ سے عافیت چاہو۔ ہاں اگر دشمن سے ملاقات ہو جائے تو صبر کرو
اور سمجھو کہ جنت زیر سایۂ شمشیر ہے۔ اور اسطرح دعا فرمانے لگے یَا صَرِیْخَ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا
مُجِیْبَ الْمُضْطَرِّیْنَ اکْشِفْ هَمِّیْ وَغَمِّیْ وَکَرْبِیْ فَاِنَّکَ تَرٰی مَا نَزَلَ بِیْ وَبِاَصْحَابِیْ مسلمانوں نے

آنحضرت کا دعا فرمانا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیا کہ یہ دو قصے ہیں جو ایام خندق میں واقع ہوئے ہیں اس لئے کہ وہاں پندرہ
روز رہنا ہوا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نماز عصر فوت ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطےٰ صلوٰۃ العصر الخ سلہ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ اللہم منزل
الکتاب سریع الحساب اہزم الاحزاب۔ اللہم اہزمہم وانصرنا علیہم وزلزلہم ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ کلیجے منہ کو آگئے ہیں کوئی شے ایسی ہے جسے ہم
پڑھیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اسطرح کہو۔ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا۔ اتنے میں جبرئیل
علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا اور لشکر بھیجا ہے آپ نے
اصحاب کو آگاہ فرمایا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر شکرًا شکرًا فرماتے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دیکھا کہ خندق میں ایک رخنہ ہے آپ اسطرف پھیرے کرتے تھے۔ اور فرماتے
کہ مجھے مسلمانوں پر اگر حملہ کا خوف ہے تو اسی جگہ سے ہے پھر فرمانے لگے کہ کاش کوئی نیکبخت
مرد اس جگہ کی حفاظت کرتا اس اثنا میں آپنے ہتیار کی آواز سنی۔ پوچھا کون ہے۔ سعد بن
وقاص نے عرض کی یا رسول اللہ سعد ہے آپکے پاس پہرہ دینے کیلئے آیا ہے۔ فرمایا اس رخنہ
کی حفاظت کرو۔ یہ کہکر آرام فرمایا پھر اُٹھکر اپنے قبے میں نماز پڑھنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے
ان راتوں میں جنمیں سخت جاڑا تھا کفار پر ایک ایسی تند و تیز ہوا بھیجی۔ کہ جس سے خیموں کی
رسیاں ٹوٹ گئیں میخیں اکھڑ گئیں۔ ہانڈیاں اُلٹ گئیں اور وہ خود بھی کسی جگہ نہ ٹہر سکتے
تھے بلکہ شدت ہوا سے ان کے پاؤں لڑکھڑاتے اور گر گر پڑتے تھے۔ لیکن ہوا کی یہ شدت
صرف مشرکوں کے ہی لشکر میں تھی۔ اندھیرا نہایت سخت تھا منافق لوگ آکر آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے عذر کرتے تھے کہ ہمارے مکان کی دیواریں چھوٹی ہیں۔ چوری کا

له کیونکہ جب آپکو کوئی امر دشوار پیش آتا تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے ۔ ۱۲

آنحضرت صلعم کی دعا سے [illegible] تند ہوا بھیجنا

خوف ہے آپ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اپنے بال بچوں میں جائیں آنحضرت انہیں اجازت دیتے تھے۔ منافقوں کا یہ عذر صرف بھاگنے کیلئے تھا۔ اسوقت میں آپ نے فرمایا کوئی شخص ایسا ہے جو قوم (بنی قریظہ) کی خبر لائے حضرت زبیر نے عرض کی۔ میں حاضر ہوں یارسول اللہ آپنے فرمایا۔ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ۔ اور قریش کی خبر لانے کیلئے حذیفہ بن یمان کو بھیجا چنانچہ حذیفہ سے کوفہ کے کسی جوان نے پوچھا

لہ اے ناصر۔ لہ محمد بن اسحاق وغیرہ (ابن کثیر) حاکم اور بیہقی نے دلائل میں اس روایت کو طول سے بیان کیا۔ تفسیر ابن کثیر ملاحظہ ہو۔ اور صحیح مسلم کی روایت میں اسطرح ہے کہ ایک شخص نے حذیفہ بن یمان سے کہا کہ اگر ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پاتے تو آپ کے ساتھ رہکر کمال جانبازی سے جہاد کرتے۔ حذیفہ نے فرمایا اری تو ایسا کرتا۔ واللہ میں نے شب احزاب میں اپنے آپ کو نہایت تاریکی اور جاڑے میں دیکھا ایسے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو قوم کی خبر لائے کہ روز قیامت وہ میرے ساتھ رہیگا۔ آپنے تین بار اسیطرح فرمایا مگر ہم میں سے کسی نے جواب نہ دیا پھر آپ نے فرمایا اے حذیفہ تو جاکر قوم کی خبر لا۔ جب آپنے مجھکو یہ حکم فرمایا تو مجھے تعمیل حکم میں کوئی چارہ نہیں رہا۔ میں اٹھکر چلنے لگا۔ جاڑے کا نام نہیں تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حمام میں چل رہا ہوں۔ پھر آپنے فرمایا اے حذیفہ کوئی نئی بات وقوع میں نہ آئے جب میں لشکر کفار کے پاس پہونچا تو ابو سفیان کو دیکھا کہ آگ سے اپنی پیٹھ سینک رہا ہے۔ میں نے ترکش سے تیر نکالکر کمان میں لگایا لیکن مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آیا۔ پھر کافروں کے لشکر سے نکلکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب روانہ ہوا جب میں آپکے حضور میں پہنچگیا تو اس شدت سے جاڑا شروع ہوا کہ میں کانپنے لگا جب میں آپکے قدموں کے قریب ہوگیا۔ آپنے اپنی کملی کا جسمیں نماز پڑھ رہے تھے ایک کونہ مجھپر اڑھا دیا میں صبح تک سوتا رہا صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قُمْ يَا نَوْمَانُ۔ جب میں نے اٹھکر ساری کیفیت عرض کی۔

آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور شرف ملاقات حاصل کیا۔ آپنے فرمایا ہاں خدا کا شکر ہے۔ اس نے کہا آپ لوگ کسطرح برتاؤ کرتے تھے۔ فرمایا واللہ ہم لوگ پوری کوشش سے مشقت اٹھاتے تھے۔ عرض کی واللہ اگر ہم لوگ آنحضرت کو پاتے تو زمین پر نہ چلنے دیتے اپنے سروں پر بٹھاتے۔ حذیفہ نے فرمایا کہ کاش تو غزوۂ خندق میں ہم لوگوں کو دیکھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کی اس رات میں کہ کفار سخت آندھی کی وجہ سے بھاگ گئے تھے۔ کچھ رات تک نماز پڑھی پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی شخص لشکر کفار کی خبر لائے کہ انکی کیا حالت ہے تو اسکو جنت کی بشارت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ صحیح سالم واپس آئیگا اور جنت میں بھی میرا رفیق ہوگا آپنے تین دفعہ اسیطرح فرمایا۔ مگر شدتِ سردی اور خوف کی وجہ کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ خبر لاوے آخرکار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکار کے فرمایا۔ اے حذیفہ لشکر کفار میں جا کر دیکھ کہ انکی کیا کیفیت ہے۔ مگر کوئی نئی بات وقوع میں نہ آنے پائے۔ پس میں لشکر کفار میں داخل ہو کر دیکھا کہ ہوا اور لشکر ملائکہ نے اپنی آفت عظیم برپا کر رکھی ہے۔ نہ انکا خیمہ ٹھہرتا ہے اور نہ آگ ٹھہرتی ہے اور وہ خود بھی کسی جگہ نہیں ٹھہر سکتے۔ اس اثنا میں ابوسفیان نے اس خیال سے کہ کوئی اجنبی شخص نہ گھس آیا ہو پکارکے کہا کہ اے گروہ قریش تم میں سے ہر ایک اپنے پاس کے آدمی کو پکڑ کر دیکھ لے کہ کون ہے۔ میں نے اپنے برابر کے آدمی کا ہاتھ

پکڑکر پوچھا کہ تو کون ہے اُس نے کہا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں - پھر ابوسفیان نے کہا اے گروہِ قریش اب یہ مقام ہمارے ٹھیرنے کے قابل نہیں ہے - ہمارے اونٹ اور گھوڑے تباہ ہوگئے اور تباہ ہو رہے ہیں - اور بنو قریظہ نے بھی ہم سے وعدہ خلافی کی اور ہوا سے بھی ہمکو سخت صدمہ پہونچ رہا ہے کہ نہ ہانڈی چولھے پر ٹھیرتی ہے اور نہ آگ سلگتی ہے اور نہ خیمہ قایم رہتا ہے - چلو یہاں سے کوچ کرو - میں تو اب کوچ کرتا ہوں - یہ کہکر اس نے اپنے اونٹ پر جو زانوبند سے بندھا ہوا تھا سوار ہوکر کوڑا مارا - اونٹ تین ہی پاؤں سے کھڑا ہوگیا - پھر اس نے اونٹ کا زانوبند کھولا - اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ نہ فرماتے کہ کوئی نئی بات وقوع میں نہ آنے پاوے تو اسوقت میں ابوسفیان کو ایک ہی تیر سے تمام کرتا - پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا - آپ ایک کملی اوڑھی ہوئی نماز پڑھ رہے تھے - آپنے مجھکو نزدیک لیکر کملی کا ایک کونہ اُڑھا دیا - پھر آپ اسی حالت میں رکوع اور سجود فرماتے تھے - جب آپ سلام پھیر چکے تو میں نے یہ کیفیت عرض کی کہ ابوسفیان مع قریش بھاگ گیا - اور دوسری جانب مشرکینِ غطفان نے جب یہ حال سنا کہ قریش چلے گئے - تو وہ لوگ بھی اپنے اپنے شہروں کو چلدیئے" اور اللہ تعالے نے یہ آیتیں اتاریں - يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا الخ اللہ تعالے ان

بیان حضرت حذیفہ

ریحا - ریح سے مراد صبا یعنے شرقی ہوا ہے - حدیث شریف میں ہے - نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَاُهْلِكَتْ

آیتوں میں مسلمانوں پر اپنے فضل و احسان کا بیان فرماتا ہے۔ کہ اُن کے دشمنوں کو روز
خندق ہوا اور فرشتے بھیجکر بیس پا کردیا۔ اور سب اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ حالانکہ انہوں
نے اسطرح چڑہائی کی تھی کہ اوپر سے یعنی مدینہ منورہ کی اونچی جانب سے قبیلہ غطفان گھیرا
تہا۔ اور نیچی جانب یعنی پستی کی طرف سے قریش آرہے تھے۔ اور ایسے وقت میں سخت سردی اور
بھوک پیاس کی تکلیف بھی مشقت کا سامنا تہا۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھرا گئیں۔
اور کلیجے منہ کو آگئے۔ اور تم لوگ اللہ تعالیٰ سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ منافق تو یہ گمان
کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اور
مسلمان یقین کرتے تھے کہ اللہ اور رسول کا وعدہ سچا ہے۔ اور یہ دین اسلام تمام دینوں پر
غالب آجائیگا۔ اگرچہ مسلمانوں کو بہت کچھ تکلیف پہنچی اور نہایت اضطراب ہوا لیکن
استقامت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور منافقوں کا نفاق ظاہر ہوگیا اور اسطرح سے پکار اُٹھے۔ وَ

اِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا
غُرُوْرًا ۝ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ
يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) عَاذُ بِالدَّبُوْرِ۔ دبور مغربی ہوا کو کہتے ہیں۔ سلہ حسن بصری (ابن کثیر) مَقَام۔ فتح میم
سے یعنی تمہارے لئے مکان نہیں ہے جسمیں تم ٹہر رہ سکو۔ لا موضع قیام لکم۔ بضم المیم لا اقامۃ لکم۔
عورۃ۔ والعوار والعورۃ شق فی الثوب والبیت ونحوہ۔ وماھی بعورۃ۔ ای مخرقۃ ممکنۃ

مُقام سوائے حفص کے سب قاری فتح میم سے پڑھتے ہیں۔ بُیُوتَنا کسرۂ بے۔

اتقوا ... [illegible]

يُرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ
لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ۝ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا
يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ۝ اور اسوقت منافقین اور وہ لوگ
جن کے دلوں میں (ضعفِ اعتقاد کا) مرض تھا کہتے تھے کہ جو کچھ ہم سے اللہ اور
اس کے رسول نے وعدہ کیا تہا وہ تو سب دہوکا تہا۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ
کہنے لگا کہ ای یثرب کی لوگو تمہاری واسطے رہنے کی جگہ نہیں ہے پس تم پھر جاؤ۔ اور ایک
فریق ان میں سے پیغمبر سے (پھر جانیکی) اجازت مانگتا تہا۔ کہنے لگے کہ ہماری گہر بے پردہ
ہیں حالانکہ وہ بے پردہ نہ تھے۔ یہ لوگ تو صرف بہاگنا چاہتے تھے۔ اور اگر (لشکر کفار)
مدینے کے اطراف سے ان پر داخل کر دئے جائیں پہر ان سے فتنہ طلب کیا جاوے تو ضرور

لَاٰتَوْهَا نافع وابن کثیر بے الف ہے یعنی البتہ آتے اسکو اور کرتے اسکو

(بقیہ صفحہ گزشتہ) لمن ارادها۔ ومنه قیل فلان یحفظ عورته ای خلله (مفردات) وهی فی الاصل
مصدر وصف به مبالغة۔ دخلت۔ ای المدینة وحذف الفاعل للایماء بان دخول هؤلاء
المتحزبین علیهم ودخول غیرهم من العساکر سیان فی اقتضاء الحکم المرتب علیه (بیضاوی)۔
سئلوا الفتنة۔ ای رجوع من الایمان الی الشرك كما قال الله تعالى الفتنة اشد من
القتل (ابن جریر) لاتوها۔ فان اتی بمعنی اعطی والظاهر انه تمثیل بتشبیه الفتنة المطلوب
اتباعهم فیها بامر نفیس یطلب منهم بذله واطاعتهم ومتابعتهم بمنزلة بذل ما سالوه
واعطاءه (خفاجی) بها۔ بالفتنة او باعطائها۔ الا یسیرا۔ اور قتلا نے سے ذرہ کم
تھوڑا۔ یعنی مشرکوں کے کہنے ہی کی دیر ہے کہ یہ لوگ فورا مان جائیں گے۔ ۱۲

اسے برپا کردیں۔ اور اسمیں توقف نہ کریں مگر تھوڑا سا۔ اور بیشک البتہ انہوں نے اس سے

پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اور اللہ کا عہد پوچھا جائیگا۔ منافق اور وہ لوگ

کہ جن کے دلوں میں ضعفِ اعتقاد کا مرض تھا۔ بطورِ طعن کہنے لگے کہ اللہ تعالے اور آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے شام اور یمن کے فتح ہونیکا وعدہ کیا تھا وہ صرف دھوکا

اور دم دینے کی بات تھی۔ چنانچہ ایک منافق نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو

ہم سے کسرٰی اور قیصر کے خزانوں کا وعدہ فرماتے تھے اور اب تو ہمارا یہ حال ہوگیا ہے کہ کوئی

جائے ضرور کو بھی جا نہیں سکتا" اور منافقین میں سے ایک جماعت صحابہ سے اسطرح کہنے

لگی کہ اے یثرب والو جو کوہِ سلع کے نیچے خندق پر پڑے ہو اپنے گھروں کو لوٹ چلو۔ یہ جگہ

اقامت کی نہیں ہے۔ منافقوں نے مدینہ کا نام یثرب کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مدینہ کو یثرب کہا اُسے چاہئے کہ استغفار کرے۔ یہ تو طابہ ہے"

[1] منافقوں سے انہیں علیحدہ بیان کرنے میں شاید یہ نکتہ ہے کہ پہلے یہ لوگ خالص منافق نہ تھے۔ بلکہ انکا اعتقاد کمزور تھا اور اب اس سختی اور شدت کی حالت میں منافق ہوگئے جس طرح ایک جائے فرمایا ہے وَمِنْهُم مَّنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ۔ عاصی کی دعا ہے کہ اللہ تعالے ہم سب مسلمانوں کا خاتمہ بخیر کرے۔ [2] ابن زید و عوف مزنی وغیرہ (ابن جریر) [3] سہیلی نے کہا ہے کہ یثرب اصل میں اُس شخص کا نام ہے جو عمالیق سے تھا اور اس زمین میں اترا تھا (ابن کثیر) [4] امام احمد (ابن کثیر) آپنے مدینہ کو یثرب کہنا جو مکروہ سمجھا اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے معنی ملامت اور عیب لگانیکے ہیں۔ اور یہ کراہت تنزیہی ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ توریت میں اس مدینہ کے گیارہ نام ہیں۔ مدینہ۔ طابہ۔ طیبہ۔ جلیلہ۔ جابرہ۔ محبہ۔ محبوبہ۔ قاصمہ۔ مجبورہ۔ عذرا۔ مرحومہ۔ ۱۲۔

اوران منافقوں میں سے ایک گروہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جانیکی اجازت چاہتا تھا کہ ہمارے
گھر بے پردہ ہیں چوری کا خوف ہے اللہ تعالیٰ انھیں جھٹلاتا ہے کہ اُن کے مکان بے پردہ
نہیں ہیں بلکہ وہ لڑائی سے کسیطرح بھی بھاگنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ انکا بھاگنا نفاق کی
سے نہ کہ خوف سے چنانچہ اسکی تصریح یہ ہے کہ اگر رات پر ان کے دشمن مدینے کی ہر طرف سے چڑھ
آئیں پھر ان سے فتنہ یعنی شرک چاہیں اسطرح کہ انسے کہیں کہ تم کافر ہو جاؤ" تو یہ لوگ
فوراً کافر ہو جائیں گے - کیونکہ انھیں تھوڑا بھی خوف ہو تو ایمان سے ہاتھ دہو بیٹھتے ہیں اور
حالتِ بیخوفی میں تو یہ لوگ بیشک اللہ سے عہد واقرار کر چکے تھے کہ ہم مشرکوں سے منہ نہ موڑینگے
اور لڑائی میں پیٹھ نہ پھیریں گے - اب جو انھوں نے خلافِ عہد کیا ہے تو اسکی پوچھ ان سے
ع ۲ ۱ ۶ ضرور ہوگی - پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بھاگنا بیکار ہے - ع تقدیر کے لکھے کو امکان
نہیں مٹنا ؛ قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ

ا قال ابن عباس هم بنو حارثة قالوا بيوتنا مخلية نخشى عليها السرق (ابن جرير) ۲ حدیث میں آیا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے اجازت دیتے جاتے تھے تاکہ مومنوں سے منافق علیحدہ ہو جائیں ۳ اسیطرح
قتادہ و عبدالرحمن بن زید و ابن جریر نے تفسیر کی ہے - اور یہ انکی پوری مذمت ہے (ابن کثیر) تفسیر کبیر میں ہے کہ اسطرف
اشارہ ہے کہ انکا یہ بھاگنا اور پلٹنا مکانوں کی حفاظت کیلئے نہیں ہے - کیونکہ جو شخص کوئی کام کسی غرض کیلئے کرتا ہے
تو جب غرض فوت ہو جاتی ہے تو نہیں کرتا جیسے کوئی شخص اپنا مکان ضبط نہ ہونیکے لیے مال خرچ کرتا ہے جب اسکا مکان
ضبط ہو جاتا ہے تو مال نہیں خرچتا - پس اللہ تعالیٰ انھیں اسطرح جھٹلاتا ہے کہ اگر لشکر ان کے گھروں میں داخل ہو جائیں اور انکے
گھروں کو ضبط کر لیں تو اسوقت بھی یہ لوگ مسلمانوں کی مدد کرینگے ایسی ... ہو جائینگے تو اس سے معلوم ہوا کہ انکا رجوع محض کفر اور دین اسلام سے

الا قلیلا ۝ (اے نبی) کہدو کہ اگر تم موت یا قتل (کے خوف) سے بھاگو گے تو تمھیں بھاگنا کچھ فائدہ نہ دیگا۔ اور اسوقت میں تمھیں بہت ہی کم فائدہ دیا جائیگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ لڑائی میں سختی اور شدت سے گرمی ہوتی ہے۔ مگر میں اپنے کس دن سے بھاگوں۔ یا اُس دن سے جسمیں موت مقدر ہے۔ یا اُس دن سے جس میں موت نہیں " ۔

روزے کہ قضا نبود روزے کہ قضا باشد	از مرگ حذر کردن دو روز خطا باشد
روزے کہ قضا نبود خود مرگ کجا باشد	روزے کہ قضا باشد کوشش نکند سود

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر بفرض محال یہ بھاگنا تمھیں نفع دے بھی تو وہی تھوڑا فائدہ ہے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۔ اور شاید وہ لوگ کہیں کہ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ بھاگنے والا بچ جاتا ہے اور ثابت رہنے والا ہلاک ہوجاتا ہے تو اسکا اسطرح جواب دیتا ہے قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ (اے نبی) کہدو کہ تمھیں اللہ سے کون مانع ہوگا اگر وہ تمہارے حق میں بُرائی چاہے یا تم پر مہربانی کا ارادہ کرے۔ اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔ جب اللہ تعالےٰ نے انکے

قلیلا ۔ منصوب علی المصدریۃ او الظرفیۃ لکونہ صفۃ مصدر او اسم زمان مقدر ای الا تمتیعا او زمانا قلیلا ۔ سراج المنیر میں آپکا منظوم قول اس طرح ہے ۔

یوم لا یقدر او یوم قدر	ای یومی من الموت افر

۱۴۶۸

اسرار سے خبردار کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی نصیحت کیلئے امر فرمایا۔ تو اب

خیانت کرنے والوں کو اپنے دوامِ علم سے خوف دلاتا ہے۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ

مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ

فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ

مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ

اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ يَحْسَبُوْنَ

الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَا

اَلْمُعَوِّقِيْنَ۔ ای المثبطین الصارفین عن طریق الخیر۔ (مفردات) هَلُمَّ۔ هلم یا رجل

بفتح المیم بمعنی تعال یستوی فیه الواحد والجمع والمؤنث فی لغة اهل الحجاز قال اللہ تعالیٰ هلم

الینا واهل نجد یصرفونه فیقولون هلما هلموا۔ هلمی هلمن والاول افصح (مختار) اَشِحَّةً

الشح بخل مع حرص قال واحضرت الانفس الشح۔ یقال رجل شحیح وقوم اشحة (مفردات)۔

سَلَقُوْكُمْ السلق بسط بقهر اما بالید او باللسان (مفردات) فسلق الید بالضرب سلق

اللسان باعلان الطعن والذم (بیضاوی) حِدَاد۔ ویقال لسان حدید نحو لسان

صارم وماض وذالك اذا كان يؤثر تاثير الحديد (مفردات) وحد السيف يحد بالكسر

حدة ای صار حادا وحديد او سيوف حداد والسنة حداد بالكسر فيهما (مختار)۔

بَادُوْنَ۔ جمع باد يقال للمقيم بالبادية باد (مفردات) وبد القوم خرجوا الى باديتهم و

بابه عد (مختار) اَلْاَعْرَاب۔ والاعراب سكان البادية خاصة والنسبة اليهم

اعرابي وليس الاعراب جمعا العرب بل هو اسم جنس (مختار) ۱۲۔

يَسْأَلُونَ عَنْ أَنبَائِكُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُم مَّا قَاتَلُوا إِلَّا قَلِيلًا ۝ بیشک اللہ تم میں سے (جہاد سے)
روکنے والوں کو جانتا ہے اور ان لوگوں کو بھی جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس
آجاؤ۔ اور وہ لڑائی میں بہت کم آتے ہیں تمہارے ساتھ (جان و مال سے) بخل کرتے ہیں
پھر جب (دشمن کا) خوف ہوتا ہے تو (اے نبی) تم انھیں دیکھتے ہو کہ وہ تمھاری جانب
اس حالت سے دیکھتے ہیں کہ انکی آنکھیں چکراتی ہیں جیسے کسی پر موت (کی وجہ) سے غشی
چھاگئی ہو پھر جب خوف جاتا رہتا ہے تو مال (غنیمت) پر حرص کرکے تیز زبان درازی کرتے
ہیں یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے پس اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کردیا۔ اور یہ اللہ پر
آسان ہے۔ گمان کرتے ہیں کہ لشکر ابھی نہیں گئے۔ اور اگر لشکر آئیں تو آرزو کریں کہ کاش
وہ صحرا کی طرف نکل کر بدویوں میں ہوتے۔ تمہاری خبریں پوچھا کرتے ہیں۔ اور اگر
وہ تم میں ہوتے تو نہیں لڑتے مگر تھوڑا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ان منافقوں کو
خوب جانتا ہوں جو بظاہر مسلمانوں میں ملے جلے رہتے ہیں اور انھیں لڑائی سے
روک رکھتے ہیں کہ ہم جس طرح آرام میں ہیں تم بھی ہمارے پاس چلے آؤ۔ باوجود اس کے
وہ لڑائی میں بھی بہت ہی کم آتے ہیں[1] اور تم سے نامہربانی سے پیش آتے ہیں جب
دشمن کا خوف ہوتا ہے تو اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ لوگ حیران و مبہوت ہوکر آپ کی

[1] منافق لڑائی میں تھوڑی دیر صرف اس لئے آتے ہیں کہ مسلمانوں کی شرکت کہلائیں۔ پھر کھسک جاتے ہیں۔ ۱۲

طرف اسطرح دیکھتے ہیں جسطرح وہ شخص دیکھتا ہی کہ جسپر موت کی وجہ سے غشی چھاجاتی ہی
جب خوف دور ہوکرامن و آرام حاصل ہوجاتا ہی توتم سے تیز زبانی کرتے ہیں اوراپنے کو بڑے
بہادر سمجھتے ہیں - یہ سب اُنکے جھوٹے دعوے ہیں - پس اللہ نے انکے اعمال برباد کردئے
اور یہ حبطِ اعمال اللہ کے پاس آسان ہی - یہ لوگ اپنی بزدلی اور نامردی کے سبب اسطرح
سمجھتے ہیں کہ لشکر کفار جو کوچ کرگیاہے درحقیقت وہ چلے نہیں گیا بلکہ واپس آنے والا ہے
اوراگر وہ لشکر دوبارہ پھر چڑھ آئے تو تمنا کریں گے کہ تمہارے ساتھ مدینہ میں نہ رہیں بلکہ
جنگل میں رہیں تاکہ لڑائی ان کے سامنے نہ ہو اور جنگل میں رہیں بھی تو ہر وقت تمہارے
واقعات پوچھتے رہتے ہیں - اوراگر یہ بزدل اور ضعیف الیقین لوگ برائے نام تمہارے
ساتھ لڑائی میں شریک بھی ہوتے تو دکھانے کے لئے تھوڑی ہی لڑائی لڑتے - افسوس
اِن منافقوں کو کچھ بھی سمجھ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اقوال و افعال
وجمیع احوال میں کرتے جسطرح فرماتاہے - لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ		اِسْوَۃٌ
حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ بیشک البتہ تمہارے

لہ قتادہ نے کہاہے کہ ”یہ منافقین تقسیم غنیمت کے وقت نہایت بخیل اور تیز زبان ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ
ہمکو دیجے ہمکو دیجے کہ ہم لوگ لڑائی میں آپکے ساتھ حاضر رہے ہیں اور لڑائی کے وقت نہایت بزدل ہوتے
تھے اور امرِ حق کی اہانت کرتے تھے“ (ابن کثیر) اسوۃ - الاسوۃ والاسوۃ کالقدوۃ والقدوۃ
وھی الحالۃ التی یکون الانسان علیھا فے اتباع غیرہ ان حسنا وان قبیحا وان سارا وان ضارا (مفردات)

رسول اللہ (کے افعال) میں اچھی پیروی ہو اُس شخص کے لئے جو اللہ کی (ملاقات) اور
روزِ آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت سے یادِ الٰہی کرتا ہو۔ یہ آیت اقتدائے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے لئے اصل ہو اور وہی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریگا جو اللہ
تعالے اور قیامت کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کیا کرتا ہے۔
برخلاف غافل کے کہ اُسے اقتدا سے کیا سروکار۔ وہ تو ہر حال میں اپنی حظِ نفس کو پورا کرنا
چاہتا ہو خواہ اُس میں مشابہت ہنود ہو یا نصارے۔ جو لوگ کہ شادی کے رسومات
اور وضعِ نصرانیت میں مبتلا ہیں خدا اور رسول سے شرمائیں۔ کیا انھیں قیامت میں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو انگریزی ٹوپی اور اُسی وضع سے آنا اچھا معلوم
ہو گا۔ شرم شرم۔ اور اس آیت میں یہ بھی تصریح ہے کہ جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے غزوۂ خندق وغیرہ میں صبر فرمایا ہو اسیطرح مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر مصیبت و
آفت میں صبر کریں اور اللہ تعالے پر اعتماد رکھیں جسطرح آپ کے اصحاب بھی آپکی پیروی میں
ثابت قدم رہے چنانچہ فرماتا ہو۔ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ[ل] قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ

ل کیونکہ جو شخص کسی کی اقتدا کرتا ہو وہ اسی کے ساتھ رہنا چاہتا ہو جہاں وہ رہے نہ یہ کہ اپنی نفس کا خیال کر کے انکا ساتھ چھوڑ دے جسطرح منافقوں نے کیا۔ من المؤمنین رجال الآیہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ آیت انس بن نضر کی شان میں نازل ہوئی ابن کثیر از بخاری اور اس کے شواہد دوسری طرق سے بھی بیان کئے۔۱۲

4

صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيْلًا ۙ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو کہا کہ یہ وہی ہے جسکا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ اور اس (واقعہ) نے انکا ایمان اور فرمان برداری ہی بڑھائی مومنوں میں سے بعض ایسے مرد ہیں جنھوں نے اُس عہد کو سچ کر دکھایا جو اللہ سے کیا تھا پس ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے عہد پورا کیا اور انہیں سے بعض وہ ہیں جو منتظر ہیں اور انہوں نے (اپنے عہد کو) کچھ بھی نہیں بدلا تاکہ اللہ سچوں کو انکی سچ کی جزا دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے یا انھیں توبہ کی توفیق دے۔ اس لئے کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے یعنی جب کہ مومنوں نے لشکروں کو دیکھا اور انھیں بلا کا سامنا ہوا تو انہوں نے اللہ کے اُس وعدے کو یاد کیا جو سورۂ بقرہ میں ہے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الآیہ یعنی تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ حالانکہ تم پر اُس کے مثل نہیں آیا جو پہلے

نحبہ۔ النحب النذر المحکوم بوجوبہ یقال قضی فلان نحبہ ای وفی بنذرہ قال تعالیٰ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر ویعبر بذالک عمن مات کقولھم قضی اجلہ واستوفی اکلہ وقضی من الدنیا حاجتہ (مفردات) [1] ابن جریر و ابن کثیر از ابن عباس ۱۲۔

لوگوں پر آیا تھا کہ انھیں سختیاں اور مصیبتیں پہنچیں الخ اور اس سے انکا ایمان اور بڑھ گیا بعد اس کے مومنوں کی وفاء عہد اور استقامت کا ذکر فرمایا کہ بعض شہید ہوئے بعض مرگئے جو باقی ہیں وہ بھی ادا امانت عہد کے منتظر ہیں اور انہوں نے اپنے عہد میں عذر سے تبدیل نہیں کی جسطرح منافقوں نے کی۔ اور اللہ تعالے اپنے بندوں کو خوف سے صرف اس لئے آزماتا ہے کہ برے اچھوں سے جدا ہو جائیں تو صادقین کو انکے صدق کا عوض دے اور منافقین پر عذاب کرے یا توبہ کی توفیق دیکر انکی توبہ قبول فرمائے اس لئے کہ اللہ تعالے بخشنے والا مہربان ہے۔ روایت[1] ہے کہ جب غزوہ احزاب (خندق) میں کفار بھاگ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب کبھی کفار ہم پر چڑھ کر نہ آئیں گے بلکہ ہم ہی انپر چڑھائی کریں گے۔ پھر اللہ تعالے مسلمانوں کی جزاے صدق کا اسطرح بیان فرماتا ہے

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝

ع ۲۵ ۱۴ ۲۷

رُعُب — شامی و کسائی ساکنہ ضم عین کے

[1] امام احمد و بخاری۔ ظاهروهم۔ ظاهرته (ای) عاونته (مفردات) صياصيهم یعنی حصونهم قال مجاهد وعكرمه وعطاء وقتادة والسدی وغيرهم۔ ومنه سمي صياصي البقر وهي قرونها لانها اعلى شئ فيها (ابن كثير) وكل ما يتحصن به يقال له صيصية وبهذا النظر قيل لقرن البقر صيصيه۔ وللشوكة التي تقاتل بها الديك (مفردات) ۱۲-

وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيْرًا ۔ اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصے کے ساتھ لوٹا دیا انہوں نے کچھ بھی

بھلائی نہ پائی اور اللہ مومنوں کی طرف سے لڑائی کو کافی ہوا۔ اور اللہ قوی غالب ہے

اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان (لشکروں) کی مدد کی تھی انھیں اللہ نے

ان کے قلعوں سے اتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالدیا کہ ایک گروہ کو تم قتل

کرنے لگے اور ایک گروہ کو قید کرنے لگے۔ اور تمھیں ان کی زمین اور ان کے گھروں

اور ان کے مال کا وارث بنا دیا اور ایسی زمین (بھی تمکو دی) کہ جسمیں تم نے قدم

تک نہیں رکھا تھا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس میں اللہ تعالے نے ان کافروں کا

انجام بیان فرمایا ہے جو آنحضرت پر چڑھائی کر آئے تھے۔ اللہ تعالے نے آندھی اور

لشکر غیبی بھیجکر انھیں غصے میں بھرے ہوئے اُلٹے پاؤں بھگا دیا۔ اور انھیں کچھ بھی

وارضا لم تطؤها۔ قیل خیبر وقیل مکۃ رواہ مالک عن زید بن اسلم وقیل فارس والروم وقال ابن جریر یجوز ان یکون الجمیع ظرفا (ابن کثیر) روی البیہقی عن عروۃ وارضا لم تطؤها قال یزعمون انہا خیبر ولا احسبہا الا کل ارض فتحہا اللہ علی المسلمین او ھو فاتحہا الی یوم القیامۃ (در) لہ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اگر آنحضرت کی رحمت و برکت نہ ہوتی تو یہی ہوا انکے لئے عذاب مہلک ہو جاتی جسطرح قوم عاد کے لئے ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ اور جس طرح وہ مشرکین احزاب یعنی گروہ گروہ ہوائے نفسانی سے جمع ہو کر مدینہ پر چڑھ آئے تھے اسی ہوائے نفسانی کی مناسبت سے اللہ تعالے نے ہوا بھیجکر نہایت تند و تیز مسلط فرمایا جس نے انکی جماعت کو درہم برہم کر دیا۔

بھلائی ہاتھ نہ لگی۔ نہ نصرت نصیب ہوئی۔ اور نہ غنیمت ملی۔ اور نہ آخرت ہی میں کوئی
نتیجہ ہے۔ اور خود اللہ تعالیٰ مومنین کیلئے لڑائی کو کافی ہو گیا۔ کافروں سے مجادلہ و مقاتلہ
کی نوبت نہ آئی۔ اور اللہ تعالیٰ قوی و غالب ہے کہ اپنی قدرت و قوت سے مشرکوں کو
محروم پھرایا اور اہل اسلام کو عزت دی۔ اور دوسری آیت میں اس قصے کی طرف اشارہ
ہے کہ جب احزاب مشرکین جمع ہو کر چڑھ آئے تھے تو یہودی قریظہ نے بھی بد عہدی
کر کے انکی معاونت کی تھی۔ جب گروہ کفار قریش راتوں رات چلا گیا تو صبح کو آنحضرت
نے شاداں و فرحاں حصار خندق سے آبادی مدینہ کی طرف کوچ فرمایا اور آپ ہتیار
اُتار کر بی بی اُمّ سلمہ کے مکان میں نہا رہے تھے کہ اسوقت جبرئیل علیہ السلام ظاہر
ہوئے۔ استبرق کا عمامہ باندھے ہوئے سفید خچر پر سوار تھے جسپر دیباج کی زین تھی

لہ اسی لئے رسول اللہ فرمایا کرتے تھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ۔ وَنَصَرَ
عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ۔ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ فَلَا شَیْءَ بَعْدَهٗ۔ ترجمہ سوائے اللہ
کے کوئی الوہیت والا نہیں ہے بس وہی اکیلا اللہ ہے اس نے اپنا وعدہ سچ فرمایا۔ اور اپنے بندے
(رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کو نصرت دی۔ اور اس کے لشکر کو غالب کیا۔ اور احزاب کی جتھوں کو
اکیلا بھگا دیا۔ اور سوائے اس کے کوئی نہیں ہے۔ (ابن کثیر از صحیحین) اور کَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ
الْقِتَالَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اب کبھی کفار اصحاب پر چڑھائی نہ کریں گے بلکہ یہی لوگ کفار پر چڑھائی
کریں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اسی طرح ہوا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔
(ابن کثیر) ۱۲

اور آنحضرت سے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہتیار اتار دئے۔ آپنے فرمایا۔ ہاں جبرئیل
علیہ السلام نے عرض کی ملائکہ نے ابھی تک ہتیار نہیں اتارے۔ اور میں احزابِ کفار کے
تعاقب سے ابھی واپس آرہا ہوں۔ پھر کہا کہ اللہ عزوجل آپکو حکم فرماتا ہے کہ آپ بنو قریظہ
کی جانب توجہ فرمائے۔ اور مجھے بھی حکم فرمایا ہے کہ میں انھیں متزلزل کردوں میں۔
آنحضرت نے فوراً لوگوں کو بنو قریظہ کی جانب روانگی کا حکم دیا۔ انکا قلعہ مدینہ سے
چند میل کے فاصلہ پر تھا۔ اور یہ واقعہ نمازِ ظہر کے بعد کا ہے۔ اور آنحضرت نے اس طرح
حکم دیا کہ تم میں سے کوئی شخص نمازِ عصر نہ پڑھے مگر زمینِ بنو قریظہ میں۔ لوگ روانہ ہوگئے
نمازِ عصر کا وقت راہ میں آگیا۔ بعض صحابہ نے راستے میں نماز پڑھ لی اور کہنے لگے کہ آنحضرت
کی مراد اس حکم سے یہی تھی کہ ہم لوگ روانگی میں جلدی کریں۔ دوسرے اصحاب نے کہا
کہ ہم تو آپ کے حکم کے موافق وہیں جاکر نماز پڑھیں گے۔ آخر یہ لوگ وہاں گئے تک عشا کا
وقت ہوگیا اور نماز قضا ہوگئی۔ لیکن آنحضرت نے دونوں فریق میں سے کسی کو بھی عیب[1]
نہیں لگایا۔ اور آپنے مدینہ میں عبداللہ بن ام مکتوم کو جو اندھے تھے اور مسجد نبوی میں مؤذن
وغیرہ کو نماز بھی پڑہاتے تھے خلیفہ بنایا۔ لشکر کا نشان حضرت علی بن ابی طالب کو دیا۔
پھر آپ بنو قریظہ کو پچیس روز تک گھیرے رہے۔ یہود نے آنحضرت سے کہا کہ ابو لبابہ
انصاری کو ہمارے پاس روانہ فرمائیے ان سے کچھ مشورہ کرنا ہے۔

غزوۂ بنی قریظہ

دونوں فریق مصیب ہیں

---

[1] اس روایت میں دلیل ہو کہ فروع میں جب دو مجتہد اختلاف کریں تو ہر ایک مصیب ہے۔ ۱۲

جب ابولبابہ وہاں گئے تو یہود آپ کے اقبال کو آئے۔ عورتیں اور بچے رونے لگے۔ یہ دیکھکر
آپ کو رقت ہوی۔ یہود نے پوچھا۔ کیا ہم آپ کے حکم پر قلعے سے نیچے اتر آئیں۔ آپنے فرمایا
ہاں۔ اور ہاتھہ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنے۔ اتروگے تو ذبح کئے جاؤگے لیکن
ساتھہ ہی آپکو پشیمانی ہوی۔ اور فرمانے لگے میں سمجھہ گیا کہ میں نے خدا و رسول کے ساتھہ خیانت
کی۔ اوسیوقت آپ روتے ہوے شرمندگی سے آنحضرتؐ پاس نہ آکر سیدہا مسجد گئے۔ اور
وہاں ستونِ[1] مسجد سے زنجیر میں اپنے کو باندہا۔ اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم میں نہ کھاؤنگا اور نہ
پیونگا یہانتک کہ مرجاؤنگا۔ یا یہ کہ اللہ تعالے میری توبہ قبول فرمائے۔ جب یہ خبر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپنے فرمایا اگر وہ میرے پاس آتے تو میں اُنکے لئے خدا سے بخشش
چاہتا۔ اب جو کچھہ اُنہوں نے کیا اسمیں میں دخل نہیں دیتا۔ اللہ ہی اُنکی توبہ قبول کرے۔
ابولبابہ چھے روز تک بعضوں نے کہا ہے کچھہ اوپر دس روز تک اسیطرح بندہی رہے۔ نماز اور
قضاے حاجت کے وقت انھیں کہولدیا کرتے[3] پھر اسیطرح باندہ دیتے۔ یہانتک کہ آپ بیہوش

[1] چنانچہ اس ستون پر اسطوانۂ ابولبابہ لکہا ہوا ہے [2] کہتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ کا اسطرح باندہ لینا سکر حال تھا جو اہلِ احوال کو ہوا کرتا ہے۔ ورنہ توبہ سے مراد ندامت اور ترک گناہ و عزم اور عدم رجوع ہے۔ یہ جو ابولبابہ نے نفس کو تکلیف دی اور مصیبت جھیلی لازم توبہ نہیں ہے۔ اسی جگہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کو بھی سکر ہوتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو قایم رکھا۔ یہ عادات صوفیہ کے لئے دلیل اور ان کے منکروں کے لئے رد ہے۔ اسیطرح کے اور واقعات بھی مدارج نبوت میں مذکور ہیں۔ عاصی کہتا ہے کہ وقت توبہ مال کا خیرات کرنا یہ بھی اُن صوفیہ کے لئے دلیل ہے جو وقت دخولِ بیعت کچھہ کچھہ شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ [3] ایک روایت میں آیا ہے کہ اُنکی بیٹی کہولدیا کرتی۔ اور ایک روایت میں آیا ہے اُن کی بیوی کہولدیا کرتی۔ تطبیق ممکن ہے کہ کبھی اسطرح اور کبھی اسطرح ہوا ہو۔ ۱۲۔

ہوگئے۔ اللہ تعالےٰ نے وقتِ سحر آپکی توبہ قبول کی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ الخ یہ آیت جسوقت اتری آنحضرت صلعم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھے۔ بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کو قبولیتِ توبہ سے اس قدر خوشی ہوئی کہ آپ ہنستے تھے۔ میں نے عرض کی خدا آپ کو ہنستا رکھے آج آپ صبح صبح کیوں ہنس رہے ہیں۔ فرمایا ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوگئی میں نے عرض کی کیا میں انھیں خوشخبری دوں۔ فرمایا اگر چاہو تو دو۔ میں نے حجرہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا۔ ای ابولبابہ مبارک ہو کہ تمھاری توبہ قبول ہوگئی۔ لوگ انھیں کھولنے کے لئے دوڑے۔ آپنے کہا تم نہ کھولو خود رسول اللہ صلعم اپنے دستِ مبارک سے میری بند کھولیں۔ پس آنحضرت صلعم صبح کی نماز کو برآمد ہوئے اور انکی زنجیر کھولدی۔ آپنے عرض کی یا رسول اللہ صلعم میری پوری توبہ یہ ہے کہ جہاں میں نے گناہ کیا ہے اُس گھر کو چھوڑ دوں اور اپنے مال سے بھی ہاتھ دھو ڈالوں۔ فرمایا۔ خیرات کرنے کے لئے تمھیں تہائی حصہ کافی ہے۔ پھر آنحضرت صلعم نے بنی قریظہ کو حکم بھیجا کہ تم لوگ سعد بن معاذ کے حکم پر اترتے ہو قریظہ نے اس کو قبول کیا۔[1]

[1] بنو قریظہ کو یہ خبر نہ تھی کہ ایامِ محاصرہ میں کافروں کے ہاتھ سے سعد کی رگِ اکحل میں ایک تیر لگا تھا جس کے سبب سے خون بند نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب رگِ اکحل کٹ جاتی ہے تو آدمی زندہ نہیں رہتا۔ لیکن سعد نے دعا کی تھی کہ اے میرے رب عزوجل اگر تو نے قریش کی لڑائی میں سے ابھی کچھ باقی رکھا ہے تو مجھے بھی زندہ رکھ۔ اگر تو نے انھیں مغلوب کر دیا ہے تو میرا یہ زخم جاری ہو جاے۔ مگر اسوقت تک میری وفات نہو یہانتک کہ قتلِ بنو قریظہ سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اور خون بند ہوگیا۔ ١٢

حضرت سعد کو مدینہ منورہ سے آنحضرت کا طلب فرمانا۔

حضرت سعد کی استقبال میں مسلمانوں کو کھڑے ہونے کا حکم

بنی قریظہ کے حق میں حضرت سعد کا فیصلہ

آپنے اسوقت سعدؓ بن معاذ کو مدینہ سے طلب فرمایا تاکہ بنو قریظہ کے حق میں حکم کریں۔
پس سعدؓ کو انکی قوم ایک خچر پر نرم زین باندھکر سوار کرلائی۔ قوم کے لوگ ان کے گرد یہ
کہتے ہوئے آتے تھے کہ اے سردار یہ لوگ آپ کے عہد میں ہیں آپ ان کے حق میں بھلائی
کیجے اور اسی قسم کی باتیں کرتے تھے جس سے سعد نرم دل ہوں مگر اسوقت آپ خاموش
تھے۔ جب ان لوگوں نے بار بار کہا تو آپنے فرمایا سعد کے واسطے واللہ وہ وقت آگیا کہ وہ
خدا کے بارہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرے۔ انہوں نے جب سنا تو
جان لیا کہ یہ تو اپنے دشمن بنو قریظہ کو باقی نہ رکھیں گے۔ سعد جب اُس حجرہ کے قریب پہنچے
جس میں آنحضرتؐ تشریف فرما تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ کھڑے ہو کر اپنے سردار
کا استقبال کرو[1]۔ پس مسلمانوں نے اُٹھکر عزت و اکرام سے انکو اتار کر بٹھایا تاکہ انکا حکم
یہودیوں میں اچھی طرح نافذ ہو۔ آنحضرتؐ نے سعد کو ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ (بنو قریظہ)
تمہارے حکم پر اترے ہین جسطرح تم چاہو ان کے حق مین حکم کرو آپنے عرض کی یا
رسول اللہ کیا میرا حکم ان لوگوں پر نافذ ہے۔ فرمایا ہاں[2]۔ پھر سعد نے بنو قریظہ سے پوچھا
کیا تم بھی میرے حکم پر راضی ہو۔ عرض کی ہاں۔ پس آپنے کھڑے ہو کر فرمایا کہ بنو قریظہ کے

۱؎ بعضوں نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ تعظیم کے لئے کھڑے رہنا جائز ہے۔ ۲؎ پوری روایت اسطرح ہے
پھر عرض کی جو لوگ خیمہ میں ہیں ان پر بھی میرا حکم نافذ ہے۔ فرمایا ہاں۔ پھر سعد نے (تعظیماً) رسول اللہ سے دوسری جانب منہ پھیر کے
آپکی طرف اشارہ کیا کہ یا رسول اللہ جو لوگ اس جانب تشریف رکھتے ہیں انکی طرف سے بھی میرا حکم جاری ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

حق میں میرا یہ حکم ہے کہ ان کے لڑنے والے قتل کئے جائیں اور بوڑہے اور عورتیں اور نابالغ اطفال قید کئے جائیں اور سب مالِ غنیمت سمجہا جائے۔ آنحضرت نے جب یہ سنا تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور فرمایا کہ تم نے خدا کے اُس حکم کے موافق حکم کیا جو سات آسمانوں پر ہوا ہے۔ جب سعد نے اُن کے قتل کا حکم دیا تو وہ لوگ مشکیں کسے ہوے لائے جاتے تھے اور اُن گھائیوں میں جو وہاں کہودی ہوی تھیں انکی گردنیں ماری جاتی تھیں۔ انکی تعداد سات اور آٹھ سو کے درمیان تھی۔ نابالغ لڑکے عورتوں کے ساتہ قید کئے گئے اور مال غنیمت میں جمع ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کو ہلاک کر کے سعد کی آنکہیں ٹھنڈی کیں حضرت سعد کو جو تیر کا زخم لگا تھا وہ اچھے ہونے کے قریب ہو گیا تھا۔ آپنے دعا کی کہ پروردگار ابھی کچہہ لڑائی باقی ہے تو مجھے باقی رکھہ کہ تیری راہ میں لڑوں۔ اگر لڑائی کا خاتمہ ہو گیا ہے تو یہ زخم بھی بہنے لگجائے اور اسی سے میری موت ہو۔ پس اُسی رات وہ زخم بہنے لگا۔ سعد

موافقت فیصلۂ سعد بحکم الٰہی

زخم حضرت سعد اور دعا

لہ شاید کہ بعض ضعیف طبیعتوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ صفتِ رفق و مہربانی کے خلاف ہے تو یہ وسوسِ نامعقول و باطل ہے اس لئے کہ ہر طرح سے زیادتی انہی یہودیوں کی تھی کہ عہد توڑ کر کافروں کے ساتہ ہو گئے تھے علاوہ اسکے حکمِ الٰہی کے سامنے چون و چرا کرنا۔ جادۂ مسلمانی سے منحرف ہونا ہے۔ حکیم کا جو کام ہے وہ حکمت سے خالی نہیں۔ گو ہم اس حکمت سے مطلع نہوں۔ حالانکہ مذہب اہل حق یہ ہے کہ رعایت حکمت مختارِ مطلق کیلئے واجب و ضروری نہیں ہے۔ ہاں بعض لوگ بسبب ہمنشینی کفار خوں ریزی کو برا سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی جانور مردار ہونے لگے تو بھی اسے ذبح تک نہیں کرتے۔ یہ بھی ایک طرح کی جہالت ہے ؎

نہ بے حکمِ شرع آب خوردن خطاست	دگر خوں بفتوے بریزی رواست

خون بہا کہ مسجد میں خون ہی خون ہو گیا۔ اور اسی سے آپ کا انتقال ہوا۔ آنحضرت نے وقت نزع تشریف فرما ہو کر انکا سر اپنے مبارک زانوں پر رکھ لیا اور فرمایا کہ الٰہی سعد نے تیری راہ میں تکلیفیں جھیلیں اور تیرے رسول کی تصدیق کی اور حقوقِ اسلام جو انکے ذمے تھے بجالائے پس انکی روح کو نہایت عمدگی کے ساتھ جس طرح تو اپنے دوستوں کی روح قبض کرتا ہے قبض کر۔ سعد نے جب آنحضرت کی آواز سنی تو آنکھیں کھولکر عرض کرنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول خدا ہو۔ اور آپنے تبلیغ رسالت کا حق ادا فرمایا۔ اور اپنا سر زانوئے مبارک سے اٹھا لیا اور عذر کرنے لگے۔ اور اسی طرح آنحضرت کو رخصت کی۔ بعد جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کس نیک بخت نے وفات پائی ہے جسکی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور جس کی انتقال کے باعث عرشِ رحمان ہلگیا ہے[ف]۔ اور جس کے جنازے میں ستر ہزار ایسے فرشتے حاضر ہوئے ہیں

ف اہتزازِ عرش کی حدیث بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے۔ اسکی تاویل میں علما مختلف ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ حدیث ظاہر پر محمول ہے اور اہتزازِ عرش سے مراد اسکا ہلنا ہے جو روحِ سعد کی آمد کی خوشی کے باعث تھا یا موت کے سبب حزن و اندوہ سے تھا۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اہتزاز سے مراد استبشار و سرور ہے نہ کہ حرکت۔ کیونکہ جب کوئی کسی کی آمد سے خوش ہوتا ہے تو کہتے ہیں اِهْتَزَّ لَهٗ۔ اور اس سے حرکت جسم مراد نہیں لیتے بلکہ اقبال و سرور مقصود ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تعظیمِ وفات سے کنایہ ہے۔ کیونکہ عرب شئے معظم کو اعظم شئے کیطرف منسوب کیا کرتے ہیں جیسطرح کہتے ہیں کہ انکی موت سے جہان میں اندھیرا ہو گیا۔ غرض اس سے آپکی عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی ہے اسی لئے بہت سے محققین نے کہا کہ آپ انصار میں اسطرح تھے جس طرح مہاجرین میں صدیق اکبر ۱۲

جنھوں نے کبھی زمین پر قدم نہیں رکھا تھا" یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے
ہوئے اور سعد کے پاس گئے دیکھا تو انتقال ہو گیا تھا۔ تجہیز و تکفین کی تیاری ہوئی اور
جنازہ باوجود آپکے درازیٔ قد اور جسامت کے ہلکا تھا۔ اس سے لوگ حیران تھے۔ آنحضرت نے
فرمایا کہ ملائکہ نے جنازہ کو اٹھایا ہے اس لئے ہلکا ہے۔ ع عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے
نکلے۔ آنحضرت نے بھی بنفس نفیس جنازہ کو کاندھا دیا۔ اور ماں ان کے اوصاف بیان کر
رونے لگیں۔ آنحضرت نے فرمایا سوائے سعد بن معاذ کی ماں کے ہر ایک وصف میت بیان
کرنے والی جھوٹی ہے۔ جب قبر کھودنے لگے تو مشک کی بو مہکنے لگی۔ جس وقت لحد میں
لاش رکھی گئی ماں نے چہرہ دیکھکر کہا کہ اللہ سے اسکا ثواب لونگی۔ آنحضرت نے انھیں
وہیں کھڑے ہوئے تعزیت دی۔ جب مٹی قبر برابر ہوئی تو آپنے پانی چھڑکا پھر ٹھہر کر انکے لئے 33
دعا کی۔ بعد تعظیم الٰہی کے شفقت خلق کو بیان فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ
إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا
جَمِيلًا ۝ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ ۲۸
لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ اے نبی اپنی بی بیوں سے کہدو کہ اگر تم دنیوی ۲۹
زندگی اور اسکی زینت چاہتے ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ فائدہ پہنچا دوں اور تمھیں اچھی
طرح سے رخصت کردوں۔ (یعنے طلاق دوں) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور

دارِ آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکوکاروں کیلئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ آپ اپنی بی بیوں سے کہدو کہ وہ یا تو آپ سے مفارقت کر کے دنیوی عیش و عشرت و زینت حاصل کریں یا آپکے پاس تنگی و تکلیف پر صبر کریں تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں ثوابِ عظیم عطا فرمائے۔ یہ سنکر ازواجِ مطہرات[1] نے اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دارِ آخرت کو

شانِ نزول۔

[1] حضرت عمرؓ سے اس آیت کے شانِ نزول میں اسطرح روایت ہے کہ حسبِ معمول ایک روز میرا پڑوسی انصاری گھبرایا ہوا آیا۔ اور اس نے زور سے دروازہ بجا کر پوچھا کہ عمر بن الخطاب ہیں۔ میں بھی باہر نکل آیا۔ اور کہا کیا غسانی آیا ہے (اس زمانے میں یہ خبر بہت مشہور ہو رہی تھی کہ بنو غسان کا بادشاہ جو قیصرِ روم کے ماتحتی میں نصرانی ہوگیا تھا۔ وہ قیصرِ روم کے اشارہ سے سواروں کا بھاری لشکر جمع کر رہا ہے تاکہ مدینہ پر حملہ کرے) اس نے کہا نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر واقعہ پیش آیا ہے کہ آنحضرت نے اپنی بی بیوں کو طلاق دیدی ہے۔

حضرت عمر کا مطلع ہونا کہ آنحضرت نے ازواج کو طلاق دیدی۔

مجھے اسکا بڑا رنج ہوا میں نے کہا کہ اگر ایسا ہوا ہے تو حفصہ بڑی بدنصیب ہے یعنے وہ ایسی بڑی نعمت سے محروم ہوگئی۔ پھر میں صبح کو روانہ ہوا حفصہ کو دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہے۔ میں نے پوچھا کیا تمھیں رسول اللہ نے طلاق دیدی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا آنحضرت کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اس نے کہا اس مشربہ میں تشریف فرما ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ تمھیں یہ غرور نہ ہو کہ تمہاری سوکن خوبصورت اور آنحضرت کی محبوبہ ہیں۔ یعنے حضرت بی بی عائشہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ حضرت بی بی عائشہ و حفصہ میں دوستی تھی پھر میں باہر نکلکر ام سلمہ کے پاس گیا اور کہا کہ تم لوگ اس نعمت کی قدر نہیں کرتی ہو کہ تم اللہ کے رسول کی بی بیاں ہو۔ واللہ اگر وہ تمھیں طلاق دیدیں تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے تم سے بہتر ازواج صالحات قانتات بدلدیگا ام سلمہ کو غیرت آئی۔ آپ نے کہا۔ اے عمر تم ہر بات میں مداخلت کرتے کرتے اب آنحضرت کے بی بیوں کے بارے میں بھی دخل دیتے ہو۔ میں یہ سنکر خاموش ہوگیا۔ اور وہاں سے نکل کر مسجد آیا۔ میں نے وہاں لوگوں کو منبر کے پاس دیکھا کہ اسی بات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور بہتیرے روتے ہیں۔ میں نے کہا تمھارے لئے میں اس معاملہ کو حل کرتا ہوں۔

حضرت عمر و ابوبکر رضی اللہ عنہما کا آنحضرت کی حضور میں حاضر ہونا۔

پس میں آنحضرت کے دروازے پر حاضر ہوا۔ دیکھا کہ مشربہ کے نیچے آپ کے موالی میں سے ایک دربان کھڑا ہوا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے لئے اجازت چاہو۔ وہ گیا اور واپس آکر کہا کہ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر اسی اثنا میں حضرت ابوبکر آئے۔ ان کے لئے بھی اجازت نہیں ملی۔ میں پھر مسجد میں بیٹھا مگر رنج کے باعث مجھے اطمینان نہ ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر حاضر ہوکر اجازت مانگی آپ نے اجازت دی۔ اور حضرت ابوبکر کو بھی اجازت مل گئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے گرد آپکی ازواج بیٹھی ہیں مگر سر جھکائے ہوئے خاموش ہیں۔ میں نے چاہا کہ آنحضرت سے کوئی ایسی بات کہوں جس سے آپ خوش ہوکر ہنس دیں۔ میں نے کھڑے ہوکر عرض کی یا رسول اللہ آپ نے اس واقعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا کہ دخترِ فلاں نے (اپنی بیوی کو کہا) ابھی مجھسے نفقہ مانگا تو میں نے اسکی گردن مروڑ دی۔ یہ سنکر آپ ہنس پڑے یہانتک کہ آپ کے اگلے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ عورتیں بھی میرے پاس بیٹھی نفقہ مانگ رہی ہیں۔ ابوبکر جانبِ عائشہ اور میں جانبِ حفصہ یہ کہتے ہوئے مارنے کو اٹھے کہ تم دونوں آنحضرت

اختیار کیا جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے انھیں سعادت دارین بخشدی جب ازواج مطہرات نے

اللہ و رسول کو اختیار کیا تو اب انھیں نبی کی بیبیاں کہہ کر دہ امور سے ڈراتا ہے ۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ

بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ۝ اے نبی کی

بی بیو جو کوئی تم میں سے صریح بدکاری کریگی تو اسکی لیے عذاب (بھی) دو نا بڑہایا جائیگا اور یہ اللہ پر

آسان ہے ۔ اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات کو بطور نصیحت فرماتا ہے تاکہ انکا حکم اور خصوصیت دوسری عورتوں پر معلوم

ہو جائے جبکہ ازواج مطہرات کا مرتبہ بلند ہوا تو انسے گناہ کا صادر ہونا بھی زیادہ قبیح ہوا اس لیے کہ جسکا تقرب زیادہ

ہوتا ہے اسکا چھوٹا گناہ بھی بڑا سمجھا جاتا ہے چنانچہ غلام باندیوں کو آزادوں کی لحاظ سے نصف سزا دیجاتی ہے ۔ ابن عباس نے

فرمایا ہے کہ فاحشہ سے خاوند کی نافرمانی اور سوءِ خلق مراد ہے پھر تقدیر یہ شرط ہے اور شرط مقتضی وقوع نہیں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ایسی چیز کی تکلیف دیتی ہو جو موجود نہیں رہتی ہے ۔ لیکن آنحضرت نے ہمیں منع فرمایا ۔ پھر میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے ازواج کو طلاق دیدی ۔ آپ نے فرمایا نہیں ۔ میں نے خوش ہو کر تکبیر کہی ۔ پھر میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ جس وقت میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ مسلمان یہ باتیں کر رہے ہیں کہ رسول اللہ نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی ۔ کیا میں انھیں آگاہ کروں کہ ایسا نہیں ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو آگاہ کرو ۔ پس میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر با آواز بلند کہا کہ آنحضرت نے اپنی بی بیوں کو طلاق نہیں دی ۔ پھر آنحضرت انتیس روز تک اسی مشربہ میں علیحدہ رہے ۔ تیس کی صبح کو اتر کر پہلے حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے اور اس آیت تخییر کو جو نازل ہوئی تھی پہنچایا جاتا ۔ پس پہلے آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ میں تجھپر ایک امر پیش کرتا ہوں مگر تجھیں چاہیے کہ جلدی نہ کریں بلکہ اپنے والدین سے مشورہ لیں ۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی وہ کیا بات ہے ۔ آپ نے یہ آیت پڑہی ۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ اِلٰی اَجْرًا عَظِیْمًا ۔ میں نے عرض کی کہ میں آپ کے بارے میں کیا والدین سے مشورہ لونگی مجھے مشورہ کی کچھ ضرورت نہیں ہے بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں ۔ پھر میں نے عرض کی کہ میں نے جو اختیار کیا ہے آپ اپنی ازواج میں سے کسیکو نہ بتلائیں ۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سخت گیر نہیں بھیجا بلکہ تعلیم و آسانی دینے والا بھیجا ہے ۔ جو کوئی پوچھے گی میں اس سے کہدوں گا ۔ پھر آپ کی کل ازواج نے بھی وہی اختیار کیا جو حضرت عائشہ نے اختیار کیا تھا (بخاری وغیرہ) لہ اس لحاظ سے گویا ہم لوگ بجائے غلام باندیوں کے ہیں ۔ لہ ابن کثیر ۔ لہ جس طرح فرمایا ہے ۔ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ ۔ ۱۲ الحمد للہ کہ بیسواں پارہ ختم ہوا ۔ آمین جو کچھ کمی بیشی ہوئی ہو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ۔

مُبَیِّنَةٍ مکی اور شعبہ ساتھ فتح یا کے ۔ نُضَعِّفْ لَهَا الْعَذَابَ مکی اور شامی ساتھ نون کے بصیغہ معروف اور عذاب منصوب ۔ یُضَعَّفْ لَهَا الْعَذَابُ بصری ساتھ یا کے بصیغہ مجہول اور عذاب مرفوع ۔

الجزء ۲۲
يعمل حمزہ اور کسائی ساتھ یا کے پڑھتے ہیں یہ یقنت پر معطوف ہے۔

بعد زیادتیِ عذاب کے زیادتیِ ثواب ازواجِ مطہرات بیان فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ
لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ○ اور جو تم (میں)
سے اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کریگی اور نیک عمل کریگی تو ہم اُسے اسکا اجر دوبار دیں گے
اور ہم نے اسکے لئے عمدہ روزی تیاری کی ہے۔ اسمیں فضیلتِ ازواجِ مطہرات کی طرف
اشارہ ہے کہ بسبب ان کے شرف کے عذاب و ثواب دونا ہے۔ دوسری عورتیں ان کے لحاظ
کرتے مثل باندیوں کے ہیں جسطرح فرمایا۔ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ
فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ اے
نبی کی بی بیو تم (عام) عورتوں میں سے کسی کے مانند نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری کرو تو (مردوں
سے) بات کرنیمیں نرمی نہ کرو کہ پھر وہ شخص کہ جس کے دلمیں مرض ہے طمع کرنے لگے اور تم

وَمَنْ يَّقْنُتْ۔ القنوت لزوم الطاعة مع الخضوع (مفردات) اعتدنا صیغہ ماضی ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ ہم نے مہیا کردیا پس اسمیں صریح اشارہ ہے کہ ازواج مطہرات کی گناہوں سے حفاظت کیجائے گی۔ اور وہ جنت میں آنحضرت کے ہمراہ اعلےٰ علیین میں ہونگی جہاں انہیں رزقِ کریم ملیگا۔ رزقا کریما۔ وصف الرزق بالکرم لان رزق الدنیا لا یاتی بنفسه فی العادة وانما هو مسخر للغیر یمسکه ویرسله الی الاغیار و رزق الاخرة بخلاف ذالك (نیشاپوری) لہ دیکھو شریعت میں باندیونکی حد زنا بیویوں سے نصف ہے۔ کاحد۔ احد فی الاصل بمعنے وحد وهو الواحد۔ (نیشاپوری) والمعنی لستن کجماعة واحدة من جماعات النسآء فی الفضل والشرف۔ لہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آنحضرت کی ازواج مطہرات کو آداب کہلائے امت کی اور عورتیں انکی تابع ہیں یعنی جو آداب اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو سکھلائے ان عورتوں کو چاہئے کہ خود بھی سیکھیں (ابن کثیر) ۱۲

اچھی بات کہا کرو، یعنی تم اگر تقوے پر قائم رہو تو تمہارا مرتبہ دوسروں کے مرتبہ کی طرح نہیں
ہے تم میرے پاس بزرگ ہو۔ اور تمہارا ثواب میرے نزدیک بہت بڑا ہے۔ پس تم اجنبی مردوں سے
کلام کرتے وقت نرمی نہ کرو تاکہ منافق اپنے دلمیں کوئی برا خیال نہ باندھے۔ غرض فحش اور
مقدمات فحش سے باز رہنا ہے نہ کہ کسی کو زبان سے ایذا پہنچانا۔ بلکہ ضرورت کے وقت اچھی
بات کہا کرو۔ بعد تربیت قولی کے تربیت فعلی اس طرح فرماتا ہے۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا
تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝

لہ ابن عباس (بغوی) وقرن۔ قرفی مکانہ یقر قرارا اذا ثبت ثبوتا جامدا۔ واصلہ من القر وهو البرد
وهو يقتضي السكون والحر يقتضي الحركة (مفردات) ولا تبرجن۔ ثوب مبرج صورت عليه بروج
فاعتبر حسنه فقيل تبرجت المرأة تشبهت به في اظهار المحاسن۔ وقيل ظهرت من برجها اى
قصرها (مفردات) ليذهب عنكم السوء والفحشاء ويطهركم من الدنس الذي يكون في
معاصي الله تطهيرا وروى عن ابن زيد ان الرجس هاهنا الشيطان۔ وقال قتادة فهم اهل بيت
طهرهم الله من السوء وخصهم برحمة منه (ابن جرير) وقال ابن عطيه والرجس اسم يقع على
الاثم والعذاب وعلى النجاسات والنقايص فاذهب الله جميع ذالك عن اهل البيت وقال الامام
النووي قيل هو الشك وقيل العذاب وقيل الاثم۔ قال الازهري الرجس اسم لكل مستقذر من
عمل وغيره۔ وقال الراغب الرجس يكون على اربعة اوجه اما من حيث الطبع واما من جهة العقل
واما من جهة الشرع واما من كل ذالك كالميتة فان الميتة تعاف طبعا وعقلا و
شرعا۔ والرجس من جهة الشرع الخمر والميسر الخ (مفردات) ۱۲۔

اور تم اپنے گھروں میں ٹھہرو اور اگلے (زمانہ) جاہلیت کے بناؤ کیطرح سنگار نہ دکھاؤ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتی رہو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے

(اے) اہل بیت تم سے (گناہ کی) ناپاکی کو دور کرے اور تمھیں خوب پاک کرے۔ یعنی تم اپنے گھروں کو لازم کرلو بغیر ضرورت[1] نہ نکلو۔ اور زمانہ جاہلیت[2] سابقہ کی طرح زیب و زینت نہ ظاہر کرو۔ نماز قائم رکھو جو عبادتِ بدنی کی اصل ہے۔ زکوٰۃ دو جو عبادتِ مالی میں عمدہ عبادت ہے فرائض و سنن میں خدا اور رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت محمد

[1] عورتوں کو مسجد کے جانے میں بھی شرط لگائی گئی ہے۔ چنانچہ ابن کثیر نے احادیث ذیل اپنی تفسیر میں نقل کیے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو مسجدوں سے منع نہ کرو لیکن عورتیں جب مسجد کو آئیں تو میلی کچیلی آگندہ آئیں اور انکی کوٹھریاں انکے لیے بہتر ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آکر عرض کی کہ جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے فضائل سب مرد ہی لیگئے۔ ہمکو کوئی بات ایسی میسر ہوئی جس سے ہم جہاد فی سبیل اللہ کا مرتبہ پائیں آپ نے فرمایا کہ عورتو تمھیں سے جو کوئی گھر میں بیٹھی رہتی ہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کا مرتبہ پاتی ہے (بزار) عبداللہ بن مسعود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ عورت سراسر پردہ ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسکو دکھاتا ہے۔ اور عورت جبتک اپنی کوٹھری کے اندر رہتی ہے اپنے رب کی رحمت سے سب حالتوں سے زیادہ قریب ہوتی ہے (ترمذی و بزار) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت کی نماز اپنے مخدع (خاص گوشہ جو اسکی خلوت کیلئے ہو) میں بہ نسبت کوٹھری کے افضل ہے الخ (بزار و ابوداؤد باسناد جید) [2] مجاہد رح نے فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورت مردوں کے سامنے نکلکر مٹکتی پھرتی تھی یہی تبرج الجاہلیہ ہے۔ قتادہ رح نے فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورت اپنے کو آراستہ کرکے نکلتی تھی اور مٹکتی ہوئی چلتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ مقاتل بن حیان نے فرمایا کہ عورتیں دراز کرتہ و پائجامہ پہنتی تھیں۔ اور اوڑھنی برائے نام سر پر ڈالکر بغیر باندھے نکلتی تھیں کہ ان کے گلے بازو ہاتھ پاؤں وغیرہ کی زینت جنبی مردوں پر ظاہر ہو (ابن کثیر) ۱۲

احزاب

تم سے برائی کو دور کردے۔ اور تمھیں اس میل سے جو گنہگاروں میں ہوتا ہے کمال طہارت
کے ساتھ پاک کرے۔ اگرچہ اہل بیت میں اختلاف ہے لیکن جمہور مفسرین[۱] نے اسے عام رکھا
ہے جس میں آپکی اولاد و ازواج و امام حسن و امام حسین اور حضرت علی بھی داخل ہیں سیاق
قرآن سے تو ازواجِ مطہرات داخل اہل بیت ہیں جسمیں کچھ بھی شبہ[۲] نہیں لیکن دوسرے
قرابت دار بھی اس آیت میں داخل ہیں[۳] جسکی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ

اہل بیت میں

[۱] وقال الفخر الرازی بعد کلام ثم ان اللہ تعالیٰ ترک خطاب المؤنثات و خاطب بخطاب المذکرین بقوله لیذهب عنکم الرجس لیدخل فیه نساء اهل بیته و رجالهم [۲] عکرمہ رح بازار میں بآواز بلند پکار کر کہا کرتے کہ قوله تعالیٰ انما یرید اللہ الآیه کا نزول خاصکر ازواج مطہرات کے حق میں ہوا ہے۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم باسناد صحیح (ابن کثیر) عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے قوله تعالیٰ انما یرید اللہ الآیه کا نزول خاصکر ازواج مطہرات کے حق میں ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم باسناد صحیح۔ (ابن کثیر) عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو کوئی چاہے میں اُس سے مباہلہ کرنے کو موجود ہوں کہ اس آیت کا نزول شانِ ازواجِ مطہرات میں ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم باسناد صحیح (ابن کثیر) [۳] ان آیات میں قل لازواجک سے واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن تک جمع مونث کی بائیس[۲۲] ضمیریں ہیں۔ بیس لفظ اہل بیت کے پہلے ہیں۔ دو بعد میں۔ اور جمع مذکر کے صرف دو ضمیریں ہیں عنکم و یطہرکم۔ اگر اس آیت سے خاص ازواج مطہرات[۲۲] ہوتیں تو ان بائیس مونث ضمیروں کی طرح یہ ضمیریں بھی مونث ہوتیں۔ تاکہ کلام ایک ہی طرز پر ہو۔ اس مخالفت کا سبب صرف مخالفت مراد ہے جو ماقبل و مابعد سے ہے۔ تاکہ ان دونوں ضمیروں میں ازواجِ مطہرات و اہلِ عبا داخل ہو جائیں جسکی وضاحت احادیث سے ہو رہی ہے۔ اب رہا یہ کہ لفظ اہل کی تذکیر جسطرح باعتبار لفظ جایز ہے اسی طرح باعتبار معنی تانیث بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہاں جانبِ معنی کے لحاظ سے مؤنث ہی ہونا چاہئے تھا اسلئے کہ جمع مونث کی ضمیریں بیس و بیش محیط ہیں۔ پس اسپر بھی تانیث نہ لاکے تذکیر جو اختیار کی گئی ہے صرف دخول اہل عبا کے لئے ہے۔ اور آنحضرت

حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھ مہینے تک جب نماز فجر کے لئے جاتے تو حضرت فاطمہؓ کے دروازہ پر گزر فرماتے اے اہل بیت نماز

(بقیہ صفحہ گزشتہ) صلے اللہ علیہ وسلم کا پنجتن پاک کو عبا اڑھا کر فرمانا اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِی صریح نص ہے جس میں تاویل ممکن نہیں ہے اور یہ عبارت شرف المؤبد لآل محمد سے ترجمہ کیگئی ہے۔ یہ عاجز جب بغداد شریف میں حاضر ہوا تھا تو یہ کتاب ان مبارک ہاتھوں سے مجھے سرفراز ہوئی تھی جو سلطان الاولیا رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت مدظلہ سجادہ اور پوست نشین غوث اعظم کے خلف اکبر ہیں۔ اس فقیر کو حدیث کی سند بھی اپنے والد ماجد سے دلائی۔ اور کتاب پر ایک عبارت دو گواہ رکھ کے تحریر فرما کر اپنے خادم کی قدر بڑھائی۔ چونکہ اس تفسیر کا نام تفسیر قادری ہے اور اہل بیت کا بھی ذکر اس جگہ آگیا ہے۔ اس لئے ایسے مقدس صاحبزادے کی تحریر کا بھی اس جاے نقل کر دینا باعث برکت اور موجب نجات خادم ہے۔ وھو ھٰذا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ۔ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَجُنْدِهٖ وَحِزْبِهٖ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَتَقَدَّمُ بِتَقْدِيْمِ هٰذَا الْكِتَابِ۔ لِاَجَلِّ الْاِخْوَانِ وَالْاَحْبَابِ۔ ذِي الْمَجْدِ الْمُؤَثَّلِ۔ وَالْمَوْلَى الْمُفَضَّلِ۔ نَاصِرِ الدِّيْنِ وَالسُّنَّةِ۔ وَمَاحِيْ ظُلُمَاتِ الشِّرْكِ وَالْبِدْعَةِ۔ اَبِي الْوَفَاءِ السَّيِّدِ مُحَمَّدٍ عُمَرَ الْقَادِرِيِّ الْحَنْبَلِيِّ۔ لَازَالَ مُسْتَفِيْضًا مِّنْ فُيُوْضَاتِ رَبِّهٖ۔ وَمُفِيْضًا مِّنْهَا عَلٰى وَلِيِّهٖ وَعَبْدِهٖ عَظَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْرَهٗ۔ وَرَفَعَ مَنْزِلَتَهٗ۔ وَاَعْلٰى مَكَانَتَهٗ۔ لِكَيْ يَكُوْنَ هٰذَا الشَّرَفُ الْمُؤَبَّدُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَتَشَرَّفَ وَكَرَّمَ يَذْكُرُهٗ بِيْ فِيْ خَلَوَاتِ قُدْسِهٖ۔ وَجَلَوَاتِ اُنْسِهٖ۔ بَيْدَ اَنَّ الْكِرَامَ كُلَّمَا سَمَا مَجْدُهُمْ۔ وَتَسَنَّمَ ذُرْوَاتِ الْعِزِّ جِدُّهُمْ۔ وَانْفَرَجَتْ لَهُمْ بَلْ وَانْفَتَحَتْ لَهُمْ اَبْوَابُ التَّجَلِّيَاتِ۔ وَاسْتَنَارَتْ قُلُوْبُهُمْ بِاَنْوَارِ الْمُشَاهَدَاتِ۔ ذَكَرُوْا مَنْ كَانَ يَأْلَفُ وُدَّهُمْ۔ وَتَرْتَاحُ نَفْسُهٗ بِحُبِّهِمْ۔ رِعَايَةً لِّحَقِّ الصُّحْبَةِ وَجَرْيًا عَلٰى اَسَالِيْبِ الْمَوَدَّةِ۔ وَاِنِّيْ۔ وَاِنْ لَّمْ اَسْتَحِقَّ التَّذَكُّرَ۔ لٰكِنَّ لُطْفَهُ الْاَعَمَّ۔ وَفَيْضَهُ الْاَتَمَّ۔ لَا يُخْرِجَانِيْ مِنَ الْكِتَابِ هٰذِهِ الْفَضِيْلَةَ۔ وَنَيْلِ هٰذِهِ الْمَنْقَبَةِ الْجَلِيْلَةِ۔ هٰذَا۔ وَاَسْئَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى شَاْنُهٗ وَتَقَدَّسَ اِسْمُهٗ اَنْ يَّجْعَلَهٗ مَحْفُوْفًا بِعِنَايَاتِهِ الْاَزَلِيَّةِ۔ وَمَحْفُوْظًا بِاِنْعَامَاتِهِ الْاَبَدِيَّةِ۔ وَمَلْجَاً لِّلْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ۔ وَنَاشِرَ الرَّايَةِ الطَّرِيْقَةِ الْعَلِيَّةِ الْقَادِرِيَّةِ۔

(حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کی طرف سے گذرتے تو بلند آواز سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وَوَافِقِ الْمَرَامِ بِحَمْدِهِمْ فِي الْأَقْطَارِ الْهِنْدِيَّةِ۔ إِنَّهُ عَلَى ذَالِكَ قَدِيْرٌ وَبِالْإِجَابَةِ جَدِيْرٌ۔) ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

(الفقیر الیہ عز شانہ السید محمود حسام الدین ابن السید عبد الرحمن الحسنی القادری الگیلانی۔)

آپ کے ایک بھائی صاحب مد ظلہ نے بھی جو ہم نقیب غوث الثقلین ہیں اس طرح ایک کتاب میں تحریر فرمایا ہے

آلَ طٰهٰ يَا آلَ خَيْرِ نَبِيٍّ جَدُّكُمْ خِيْرَةٌ وَأَنْتُمْ خِيَارُ

أَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ قِدْمًا فَأَنْتُمُ الْأَطْهَارُ

لَمْ يَسْئَلْ جَدُّكُمْ عَلَى الدِّيْنِ أَجْرًا غَيْرَ وُدِّ الْقُرْبٰى وَنِعْمَ الْأَجْرُ

حُبُّكُمْ جَنَّةٌ لِكُلِّ فُؤَادٍ فِيْهِ حُبُّ الْأَصْحَابِ وَالْبُغْضُ نَارُ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَأَتَمَّ النُّوْرَ فِيْكُمْ وَإِنْ أَبَى الْكُفَّارُ

لہ چنانچہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں پندرہ روایتیں اسانید مختلفہ سے بیان کی ہیں کہ اہل بیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے بھی اسیطرح بیس روایتیں طرق مختلفہ سے بیان کی ہیں۔ بعض ان میں سے یہ ہیں کہ ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن مردویہ و امام احمد نے بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک ہانڈی میں خزیرہ پکا ہوا آپکے حضور میں لائیں آپ نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو بلاؤ۔ پس یہ لوگ آئے اور سب ملکر خزیرہ کہانے لگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خیبری کملی پر تشریف رکھے تھے۔ میں حجرہ میں نماز پڑہ رہی تھی کہ اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی انما یرید اللہ الآیہ۔ پس آپ نے زیادہ کملی سے ان لوگوں کو ڈہانک لیا اور آسمان کی طرف انگلی اٹھاکر عرض کی کہ الٰہی یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے رجس کو دور کردے۔ اور ان کو کامل پاکیزگی سے پاک کردے۔ میں نے بھی اپنا سر نکالکر عرض کی کہ یا رسول اللہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو بہتری میں ہے تو بہتری میں ہے" امام احمد و ابن ابی شیبہ و مسلم و ابن جریر و ابن ابی حاتم

عہ الخزیرۃ لحم یقطع صغارا ویصب علیہ ماء کثیر فاذا نضج ذر علیہ الدقیق فان لم یکن فیہا لحم فہو عصیدۃ وقیل

فرماتے الصَّلٰوۃ یا اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ
تَطْھِیْرًا۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جب ازواج مطہرات اہل بیت میں سے ہیں تو جو لوگ آپکی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وحاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو باہر تشریف لائے سیاہ بوٹے دار کملی اوڑھے ہوئے تھے کہ اسوقت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان کو کملی میں لے لیا۔ پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انکو بھی کملی میں لے لیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو ان دونوں کو بھی کملی میں داخل کر لیا۔ اور یہ آیت پڑھی۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا" امام احمد وابن شیبہ وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وطبرانی وحاکم مع تصحیح وبیہقی اپنے سنن میں واثلہ بن اسقع سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت علی وحسن وحسین رضی اللہ عنہم تھے۔ پھر آپ بیٹھ گئے اور حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کو دائیں بائیں بٹھا لیا۔ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو اپنے مبارک ران پر بٹھالیا۔ اور جو کملی آپ اوڑھے ہوئے تھے اس میں ان سبکو داخل کر لیکر یہ آیت پڑھی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ پھر فرمایا کہ الٰہی یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے رجس کو دور کر دے اور ان کو کمال پاکیزگی سے پاک کر دے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں بھی داخل ہوں۔ فرمایا تو بھی ہے" ابن کثیرؒ نے امام احمد سے اسیطرح روایت کر کے یہ بڑھایا کہ وَاَھْلُ بَیْتِیْ اَحَقُّ۔ یعنے میری اہل بیت زیادہ حق دار ہیں لا ابن جریر نے اسکو دو طریق حسن سے روایت کی جس کے آخر میں ہے کہ "بی بی ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے بھی ان لوگوں کے ساتھ داخل کر لیجے۔ آپ نے فرمایا کہ تو میرے اہل میں سے ہے" ابن کثیرؒ نے مسلم کی طویل روایت کو بھی زید بن ارقم سے بیان کیا ہے جس کے آخر میں ہے "اَنَا تَارِکٌ فِیْکُمْ ثَقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ ثَلَاثًا۔ یعنے میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اول کتاب الٰہی (دوسری) میری اہل بیت میں تمھیں میری اہل بیت کے مقدمے میں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں اسیطرح تین مرتبہ فرمایا مختصرا۔ انتھٰی ابن کثیرؒ امام احمد وترمذی اور کہا کہ حسن غریب ہے۔ ۱۲ منہ ولکن اذا کان ازواجه من اهل بيته فقرابته احق بهذه التسمية كما تقدم فى الحديث واهل بيتي احق (ابن كثير)

قرابت میں ہیں وہ بطریق اولیٰ اس تسمیہ کے مستحق ہیں جس طرح حدیث میں آیا ہے"

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وما قال بعضهم كيف صار فى الوسط كلام لغيرهن - اجيب بان الكلام العربي يدخله الاستطراد والاعتراض وهو تخلل الجملة الاجنبية بين الكلام المتناسق كقوله تعالى إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم بِهَدِيَّةٍ فقوله وكذلك يفعلون جملة معترضة من جهة الله تعالى بين كلام بلقيس وقوله تعالى فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ - اى فلا اقسم بمواقع النجوم انه لقرآن - وما بينهما اعتراض على اعتراض وهو كثير فى القرآن وغيره من كلام العرب - وقال شيخ الصوفيه وامام العارفين الشيخ الاكبر سيدى محى الدين ابن العربي رضى الله عنه فى الباب التاسع والعشرين من الفتوحات المكيه وما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم عبدا محضا قد طهره الله واهل بيته تطهيرا واذهب عنهم الرجس وهو كل ما يشينهم فان الرجس هو القذر عند العرب هكذا حكى الفراء قال الله تعالى انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا - فلا يضاف اليهم الا مطهر ولا بد فان المضاف اليهم هو الذي يشبههم فما يضيفون لانفسهم الا من له حكم الطهارة والتقديس - فهذه شهادة من النبى صلى الله عليه وسلم لسلمان الفارسى بالطهارة والحفظ الالهى والعصمة حيث قال فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم سلمان منا اهل البيت وشهد الله لهم بالتطهير وذهاب الرجس عنهم - واذا كان لا يضاف اليهم الا مطهر مقدس وحصلت له العناية الربانية الالهيه بمجرد الاضافة فما ظنك باهل البيت فى نفوسهم فهم المطهرون بل هم عين الطهارة فهذه الآية تدل على ان الله تعالى قد شرك اهل البيت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قوله تعالى ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر - واى وسخ وقذر اقذر من الذنوب وا وسخ فطهر الله سبحانه نبيه صلى الله عليه وسلم بالمغفرة مما هو ذنب بالنسبة الينا ولو وقع منه صلى الله عليه وسلم لكان ذنبا فى الصورة لا فى المعنى - لان الذم لا يلحق به على ذالك من الله ولا منا شرعا فلو كان حكمه

رد اعتراض

شہادت اہل بیت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

غرض آیت میں فضائل اہل بیت نبوی ہے۔ اسکی ابتداء انما سے ہوئی ہے جو حصر کیلئے آتا ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) حکم الذنب لصحبۃ ما یصحب الذنب من المذمۃ ولم یکن یصدق قولہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ فدخل الشرفاء اولاد فاطمہ کلھم رضی اللہ عنھم ومن ھو من اھل البیت مثل سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ الی یوم القیامۃ فی حکم ھذہ الآیۃ من الغفران فھم المطھرون اختصاصا من اللہ وعنایۃ بھم لشرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعنایۃ اللہ بہ ولا یظھر حکم ھذا لاھل البیت الا فی الدار الآخرۃ فانھم یحشرون مغفور لھم۔ واما فی الدنیا فمن اتی منھم حدا اقیم علیہ کالتائب اذا بلغ الحاکم امرہ وقد زنی او سرق او شرب اقیم علیہ الحد مع تحقق المغفرۃ کما عز و امثالہ ولا یجوز ذمہ۔ وینبغی لکل مسلم یؤمن باللہ وما انزلہ ان یصدق اللہ تعالیٰ فی قولہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ فیعتقد فی جمیع ما یصدر من اھل البیت ان اللہ قد عفا عنھم فیہ فلا ینبغی لمسلم ان یلحق المذمۃ بھم ولا ما یشنأ اعراض من قد شھد اللہ بتطھیرھم وذھاب الرجس عنھم لا بعمل عملوہ ولا بخیر قدموہ بل بسابق عنایۃ من اللہ بھم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ واذا صح الخبر الوارد فی سلمان الفارسی فلہ ھذہ الدرجۃ فانہ لو کان سلمان علی مر یشنؤہ ظاھر الشرع وتلحق المذمۃ بعاملہ لکان مضافا الی اھل البیت من لم یذھب عنہ الرجس فیکون لاھل البیت من ذالک بقدر ما اضیف الیھم وھم المطھرون بالنص۔ انتھی کلام الشیخ الاکبر۔ اور ابن کثیر نے ابن ابی حاتم سے روایت کی کہ جب امام حسن خلیفہ ہوئے تو کسی نے آپکو خنجر مارا۔ پھر آپ اچھے ہونیکے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اسطرح فرمانے لگے کہ اے اہل عراق اللہ سے ڈرو اور ہمارا خیال رکھو۔ ہم تمہارے مہمان و امیر ہیں اور ہم ہی وہ اہل بیت ہیں جنکی شان میں اللہ تعالیٰ نے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا فرمایا ہے۔ آپ اسکو بار بار فرمانے لگے یہانتک کہ مسجد میں کوئی باقی نہ رہا مگر یہ کہ چیخیں مار کر روتا تھا۔ سدی نے ابو دیلم سے روایت کی کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کسی شامی سے فرمایا کیا تو نے (سورۃ) احزاب میں انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا نہیں پڑھا۔ اسنے کہا ہاں میں پڑھا ہوں کیا وہ لوگ تم ہی ہو۔ آپنے فرمایا ہاں۔ ۱۲

ارادہ الٰہی جو قدیم ہے ان سے رجس یعنے گناہوں کو دور کرنا چاہا اور برے اخلاق و احوال سے
انھیں پاک کیا - اسی لئے جب ان سے خلافت ظاہری جاتی رہی تو خلافت باطنی عنایت
فرمائی - اسیوجہ انھیں تحریم صدقہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک فرمایا
ختم آیت پر تطہیرًا مبالغہ کے لئے فرمایا تاکہ پوری طہارت حاصل ہو اور مجاز کا شک رفع
ہو جائے - پھر تطہیرًا کی تنوین تعظیم و تکثیر کے لئے ہے یعنے معمولی طہارت نہیں بلکہ سب سے
عمدہ و اعلیٰ طہارت ہے - پھر اللہ تعالیٰ ازواج مطہرات پر اپنے انعامات کو کہ تمہارے مکان
مہبط وحی ہیں اسطرح بیان فرماتا ہے - وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ آیت ٣٤
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ○ اور جو تمہارے گھر میں اللہ کی آیتیں اور حکمت (کی باتیں)
پڑھی جاتی ہیں اسے یاد کرو - بیشک اللہ مہربان خبردار ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھر و شوہر
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر جو آیات قرآنی نازل فرمائی ہیں اور حکمت یعنے احادیث جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں - انپر عمل کرو اور شکر الٰہی بجالاؤ اس لئے کہ اللہ تمپر مہربان
ہے کہ تمہارے گھروں میں آیات الٰہی پڑھی جاتی ہیں - اور خبردار ہے اسی لئے تمھیں اپنے
رسول کے ازواج میں داخل کیا - بعد انعامات ازواج مطہرات کے عام مسلمین و مسلمات کے
انعامات بیان فرماتا ہے - اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ آیت ٣٥
وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ

والخشعین - الخشوع ضراعة واكثر ما يستعمل فيما يوجد في القلب (مفردات) ١٢

وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَ
الْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ
لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار
مرد اور ایمان دار عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی
عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور
عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں
اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرمگاہیں (حرام سے) حفاظت کرنیوالے
مرد اور حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنیوالی
عورتیں اللہ نے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔ **شانِ نزول**[ل] بی بی ام سلمہ
رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ قرآن
میں عورتوں کا ذکر مردوں کے ذکر کی طرح نہیں ہوتا پس میں یکایک سنتی ہوں کہ آپ منبر پر
فرما رہے ہیں اے لوگو اللہ تعالے فرماتا ہے اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ۔ الآیہ۔ اللہ تعالے نے

ل امام احمد ونسائی وابن جریر (ابن کثیر) چونکہ ایک آیت کے متعدد سبب ہو سکتے ہیں اس لئے یہ بھی ام عمارۃ الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالے نے سب خوبیاں مردوں ہی کے واسطے رکھی ہیں۔ اور میں نے نہیں دیکھا کہ عورتوں کا ذکر بھی کسی خوبی کے ساتھ کیا جاتا ہو۔ پس آیت ان المسلمین والمسلمت الآیۃ نازل ہوئی سعید بن منصور اور ترمذی اور اسے حسن کہا اور طبرانی وغیرہ (درمنثور) ۱۳-

اس آیت میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی بھی دس صفتیں بیان فرمائیں پہلی
صفت اسلام ہے - حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان وہی ہے جسکی زبان اور ہاتھ
سے دوسرے مسلمان بچے رہیں - دوسری صفت ایمان ہے حدیث شریف میں ہے
کہ زناکار[1] حالتِ ایمان میں زنا نہیں کرتا تیسری صفت قنوت ہے یعنے خضوع کے
ساتھ طاعت پر مداومت کرنا جسطرح اسلام کے بعد ایمان حاصل ہوتا ہے اسیطرح
ان دونوں سے قنوت کی صفت پیدا ہوتی ہے - چوتھی صفت صدق ہے یعنے
قول و عمل و نیت میں راستی اور سچائی ہونا - حدیث شریف[2] میں ہے کہ جسنے سچ کہا اُس نے
نجات پائی پانچویں صفت صبر ہے - یہ استقامت کا نتیجہ ہے کیونکہ جو شخص جانتا ہے کہ جو
مقدر میں لکھا ہے وہ ہونے والا ہے - وہی مصائب پر صبر کرتا ہے - اور طاعت میں
ثابت قدم معصیت سے باز رہتا ہے چھٹی صفت خشوع ہے یعنے سکون و طمانیت و وقار و
تواضع - یہ اسکو حاصل ہوگا جو مراقبہ[3] اُعْبُدِ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ

[1] حدیث میں آیا ہے کہ زناکار سے ایمان زنا کرتے وقت اسطرح الگ ہوجاتا ہے پھر آپنے دونوں ہاتھ کی انگلیاں
ایک دوسرے میں داخل کرکے جدا کردیا۔ بخاری ۱۲ [2] اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ صدق نیکی کی طرف ہادی
ہے اور نیکی ایسی چیز ہے کہ جنت میں پہنچاتی ہے۔ تم لوگ کذب سے خبردار رہو کہ کذب بدکاری کی راہ بتاتا ہے۔ اور
بدکاری ایسی چیز ہے کہ جہنم میں پہنچاتی ہے - آدمی سچ کہتا ہے اور سچ ہی کا قصد رکھتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالے کے
پاس صدیق لکھا جاتا ہے۔ اور آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کا ہی قصد رکھتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالے کے
پاس کذاب لکھا جاتا ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں۔ [3] اللہ تعالے کی عبادت
اسطرح کرو گویا کہ تو اسے دیکھتا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھتا ہے تو وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔ (بخاری) ۱۲

بیان کا عامل ہوگا۔ ساتویں صفت صدقہ ہے کہ محتاجوں اور ضعیفوں پر جنھیں کسب اور کمائی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے احسان کرے۔ حدیث[1] شریف میں ہے کہ گناہوں کو صدقہ اسطرح مٹاتا ہے جسطرح آگ کو پانی بجھاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

نان دہی گر بہر حق نانت دہند	جاں دہی گر بہر حق جانت دہند
کاں درم دادن سخی را لائق است	جاں فدا کردن برائے عاشق است

آٹھویں صفت صوم[2] ہے۔ حدیث[3] شریف میں ہے کہ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔ نویں صفت عصمت زنا و حرام سے بچنا ہے۔ دسویں صفت کثرت ذکر الٰہی ہے۔ حدیث[4] شریف میں ہے کہ رات میں مرد نے اپنی عورت کو جگایا پس دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس رات یہ دونوں خدا کا ذکر کثرت سے کرنیوالوں میں لکھی جائیں گے۔ حدیث[5] شریف میں ہے کہ ابو سعید خدری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱ ابن کثیر ۲ اہل تصوف جمیع حظوظ نفس سے صیام رہتے ہیں ۳ ابن ماجہ ۴ ابن ابی حاتم از ابو سعید خدری اور اسی کے مثل ابو داؤد ونسائی و ابن ماجہ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (ابن کثیر) ۵ ابن کثیر از امام احمد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف کے راستے میں جا رہے تھے کہ جمدان پہنچے۔ فرمایا کہ یہ جمدان ہے آگے چلو کہ مفردون سبقت لے گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض کی مفردون کون ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ ایسے بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ امام احمد و مسلم (ابن کثیر) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے پاکیزہ تمہارے درجات میں سب سے بلند، تمہارے لئے سونا چاندی خیرات کرنے سے بہتر اور ایسے جہاد سے بھی بہتر ہے کہ تم مشرکوں کو مارو اور وہ تمہیں ماریں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہاں فرمائیے۔ آپ نے فرمایا وہ خدا کی یاد ہے۔ امام احمد (ابن کثیر) معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجاہدین میں کس شخص کو زیادہ ثواب ہے آپ نے فرمایا اسے جو خدا کو زیادہ یاد کرتا ہے۔ اسنے پھر عرض کی کہ روزہ داروں میں کس شخص کو زیادہ ثواب ہے۔ فرمایا اسے جو خدا کو کثرت سے یاد کرتا ہے۔ پھر اسنے نماز و زکوٰۃ و حج و صدقہ میں اسیطرح پوچھا۔ آپ سب کے جواب میں یہی فرماتے تھے کہ جو خدا کو زیادہ یاد کرے اسکو

پوچھا کہ یا رسول اللہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے پاس کون بڑے مرتبہ والا ہوگا فرمایا وہ بندے جو خدا تعالیٰ
کو بہت یاد کرتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا یہ لوگ اس شخص سے بھی بڑھ جائیں گے جو اللہ کی
راہ میں جہاد کرتا ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی غازی کفار و مشرکین کو یہاں تک مارے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خود بھی
خون سے بھر جائے تو ایسے غازی سے بھی اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنیوالا افضل ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جو لوگ ان صفات
کے جامع ہیں اللہ تعالیٰ نے انکے لئے مغفرت اور اجر عظیم مہیا فرمایا ہے۔ ان تمام مضامین کے بعد ایک کلیہ
قاعدہ جو ہر مومن کیلئے لازم ہے اسطرح بیان فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ

وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ

ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ

وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ اور کسی ایمان دار مرد اور کسی ایماندار عورت

کو روا نہیں کہ جب اللہ اور اسکا رسول کوئی حکم کر چکیں تو انکو اپنے کام کا اختیار رہے (بلکہ رسول کے اختیار کے تابع

(بقیہ صفحہ گذشتہ) زیادہ ثواب ہے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ انہوں نے کثرت ذکر والوں کو دی سب بھلائی لیکر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے صحیح کہا۔ امام احمد (ابن کثیر) لہ اس آیت کا نزول زینب بنت جحش کی شان میں ہوا ہے (ابن کثیر صحیح بخاری)۔
ذیل۔ لوگ آپکو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے جب آیت ادعوھم لآبائھم اتری تو انہیں زید بن حارثہ کہنے لگے جب وہ شرف چھن گیا اللہ تعالیٰ نے
دور کیا تو اسکے معاوضہ میں قرآن مجید میں انکا نام ذکر فرمایا۔ ایسی خصوصیت ہے جو کسی صحابی کو میسر نہیں ہوئی۔ آپکی پہلی بی بی ام ایمن ہیں جن سے اسامہ
پیدا ہوئے۔ اور جب بی بی زینب کو انہوں نے طلاق دیدی پھر آپ نے ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے نکاح کر دیا۔ وطرا۔ الوطر النہمۃ والحاجۃ المہمۃ (مفردات)

آیت ۳۶ و ۳۷

ہے) اور جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے تو بیشک صریح گمراہ ہوگیا۔ (اور یاد کرو اے نبی) جب تم نے
اُس شخص سے کہا کہ جسپر اللہ نے انعام کیا اور تم نے (بھی) اسپر احسان کیا کہ اپنی بی بی کو اپنے پاس روک رکھو
اور اللہ سے ڈر (اور اُسکو طلاق نہ دے) اور تم اپنے جی میں چھپاتے تھے وہ بات جسے اللہ ظاہر کرنیوالا ہے
اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے۔ حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ پھر جب زید اُس عورت سے اپنا مقصد
پورا کر چکا (طلاق دیدی) تو ہم نے اُس عورت کو تمہارے نکاح میں دیدیا تاکہ مومنین پر انکے منہ بولے بیٹوں کی
بی بیوں (سے نکاح کر لینے) میں کسی طرح تنگی نہ رہے جبکہ وہ ان عورتوں سے اپنی حاجت پوری کرلیں (طلاق دیدیں)
اور اللہ کا حکم تو ہوکر رہنا ہے۔ **شانِ نزول** یہ آیت زینب بنت جحش کی شان میں نازل ہوئی۔ جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ آپنے زید بن حارثہ کیلئے زینب کے پاس پیغام بھیجا۔ تو پہلے انہوں نے
ناراضمندی ظاہر کی لیکن بعد نزولِ آیت راضی ہوگئیں۔ اور آپنے انکو زید بن حارثہ سے نکاح کر دیا۔ دوسری
آیت میں ذکر ہے کہ جب تم اس شخص یعنی زید بن حارثہ سے جسپر اللہ تعالیٰ نے اسلام اور تمہاری متابعت وغیرہ کا احسان
کیا۔ اور تم نے بھی اسپر احسان کیا کہ غلامی سے آزاد کرکے متبنیٰ بنالیا۔ اور نہایت شفقت سے پرورش کی اپنی پھوپھی
کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر دیا۔ اسطرح کہتے تھے کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے پاس اپنی زوجہ کو روک رکھو۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

¹ ابن جریر از ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ … عکرمہ و مجاہد و قتادہ و مقاتل و ابن حبان سے مروی ہے (ابن کثیر) ابن کثیر نے اور مختلف
شانِ نزول بیان کئے ہیں … آیت … سے خاص نہیں ہے بلکہ جمیع مومنین میں عام ہے چنانچہ جب کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم … تو کسی کو … خلاف … اور نہ کسی کی رائے چل سکتی ہے۔
اسی لئے آخر آیت میں فرمایا … نافرمانی کی وہ ظاہر طور سے گمراہ ہوگیا۔ ² آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارثہ اور
… اسامہ بن زید کو … یہاں تک کہ ان دونوں کو حب ابن الحب کہا جاتا تھا۔ ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ
عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب زید کو کسی جہاد میں روانہ فرماتے تو ان کو امیر کرتے اور زید (جو غزوہ موتہ میں
شہید ہوگئے تھے) اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہتے تو آپ انکو خلیفہ بناتے (ابن کثیر از امام احمد) ³ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آپ لوگوں کے طعن کی وجہ سے اس بات کو چھپاتے تھے جو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنیوالا ہے خوف کرنے کے لائق تو
اللہ تعالیٰ ہی ہے تم اسی سے خوف کرو۔ امام زین العابدین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو
آگاہ فرمایا تھا کہ ہم قریب میں زینب بنت جحش کو آپکے نکاح میں داخل کرینگے۔ پھر جب زید رضی اللہ عنہ نے
آپکے پاس آکر زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اور اپنی زوجہ کو جدا
نہ کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ میں نے تمہیں پہلے ہی آگاہ کیا تھا کہ زینب کو قریب میں تمہارے
ازواج میں داخل کرونگا۔ پھر فرمایا ہے جب زید اپنی زوجہ سے مقصد پورا کرکے طلاق دیدی اور عدت بھی
گذر گئی۔ تو ہم نے تمہیں اُسکے ساتھ (بغیر مہر و شہود کے) نکاح کر دیا تاکہ مومنین اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے
بارہ میں تنگی و مشقت نہ ہووے۔ بلکہ بعد طلاق منہ بولے بیٹے کے خود نکاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ جس امر کو چاہتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نے اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی دختر زینب بنت جحش کو زید سے نکاح کر دیا۔ اور زید کی طرف سے دس دینار ساٹھ درہم ایک اوڑھنی اور قمیص و ازار و چادر اور پچاس مد کھجور دس من چھوارے بطور مہر دئے۔ پھر قریب ایک سال یا کچھ زیادہ زینب زید کے پاس رہیں۔ پھر دونوں میں نااتفاقی ہو (ابن کثیر) لے ابن کثیر، ابن ابی حاتم اور اسی طرح سدی نے بھی روایت کی ہے لے امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوچکی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو بھیجا کہ زینب کو میرا پیام دو۔ پس زید بن حارثہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ اسوقت آٹا گوندھ رہی تھیں۔ زید فرماتے ہیں جب میں نے زینب کو دیکھا تو ان کی عظمت میرے جی میں ایسی بیٹھ گئی کہ میرا سینہ بھر گیا۔ یہانتک کہ میں آپ کو آنکھ اٹھا کر دیکھ نہ سکا۔ پس میں نے اپنا منہ دروازہ کی طرف اور پیٹھ زینب کی جانب کرکے کہا کہ زینب آپکو بشارت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے واسطے آپکو پیام بھیجا ہے۔ زینب نے کہا جبتک کہ میں اپنے پروردگار عز وجل سے ارشاد نہ پا لونگی۔ اسوقت تک میں کوئی کام نہ کرونگی۔ پس جائے نماز پر جا کر نماز پڑھنے لگیں۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا اجازت کے زینب پاس تشریف لیگئے۔ (مسلم و نسائی وغیرہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج پر فخر کرتی تھیں۔ کہ تمہیں تمہارے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیاہ دیا۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر سے بیاہ دیا (بخاری) زینب رضی اللہ عنہ کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن جحش نے بیان کیا ہے کہ زینب و عائشہ دونوں نے باہم تفاخر کیا پس زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میری تزویج آسمان پر سے نازل ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں وہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے میرا عذر نازل فرمایا پس زینب رضی اللہ عنہا نے اسکا اعتراف کیا جیسا کہ سورۂ نور کی تفسیر میں گذرا۔ (ابن کثیر) ۱۲

آنحضرت کا زید رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ اپنی زوجہ کو جدا نہ کرو ... بارہ

عہ تو وجہ کا اصلی سبب تھا کہ کسی مسلمان کو آنحضرت کے متعلق اگر کوئی برا خیال آئے تو اسکا ذریعہ ہونے کا خوف ہے اسلئے آپ احتیاط فرما

اس مقام پر بعض مفسرین[1] وغیرہم نے بے اصل روایت بیان کی ہے جس سے نصرانیوں
اور آریوں کو اچھا موقع ملا چنانچہ وہ روایت یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو
بات دلمیں چھپاتے تھے وہ عشق بی بی زینب تھا اور یہ بالکل بے اصل ہے نہ تو نصِ
قرآن سے یہ بات ثابت ہے اور نہ کوئی حدیث صحیح اسکی مؤید اور عقل کے بھی خلاف۔
کیونکہ اگر آپ کو عشق ہوتا تو قبل از عقدِ زید ہی نکاح فرما لیتے۔ اس لئے کہ اسوقت چند
باتیں ایسی تھیں جو باعث رغبت عقد تھیں پہلے تو وہ باکرہ تھیں۔ دوسرے یہ کہ وہ زید سے
ناراض تھیں۔ اور آپکی پھوپھی کی بہن تھیں تیسرے یہ کہ رسمِ جاہلیت کے خلاف بھی نہ
ہوتا جو متبنےٰ کی بی بی سے نکاح کرنیکا عیب لگایا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو صرف تعمیل حکمِ الٰہی منظور تھی اور رسمِ جاہلیت کا مٹانا مقصود تھا۔ اور جو بات
آپ دلمیں چھپاتے تھے وہ یہی تھی کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو آگاہ فرمایا تھا کہ ہم بعدِ طلاقِ زید
بی بی زینب کو تمہاری نکاح میں دیں گے چنانچہ فرمایا مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ یعنی جسے کہ اللہ ظاہر

---

[1] ذکر ابن ابی حاتم وابن جریر ههنا آثارا عن السلف احببنا ان نضرب عنها صفحا لعدم صحتها فلا نوردها (ابن کثیر) بعضے از اہل سیر واہل تفسیر وتواریخ این قصہ را بہیچ وذکر کردہ اند کہ نہ موافق واقع ونہ مناسب شانِ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است ومحققین آنرا از زلات مفسرین شمردہ اند این قصہ را از قصہ یوسف کہ در خلوت با زلیخا کرد وہمچنین قصہ داؤد با اوریا وقصہ سلیمان در گم شدن انگشتری ہمہ آن نزدِ محققین متروک ومحظور است واز طریق صدق وسداد دور است (صفحہ ۱۰۲ جلد دوم مدارج النبوۃ)

کرنے والا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے زَوَّجنٰکَہَا فرمانے کے سوائے تزویج کے اور کوئی بات ظاہر نہیں فرمائی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقول بعض محبت بی بی زینب بارادۂ طلاق زید چھپاتے تو اللہ تعالےٰ اُسے ظاہر فرماتا۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالےٰ نے خبر دی کہ اسے ظاہر کریگا تو پھر اسکا چھپانا اور ظاہر نہ کرنا ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ اپنے قول کا خلاف نہیں کرتا۔ اور اگر آپ کو طلاق کی خواہش ہوتی تو اَمسِک عَلَیکَ زَوجَکَ یعنے اپنی بی بی کو روک رکھہ کیوں فرماتے بلکہ بجائے اس کے طَلِّق زَوجَکَ فرماتے۔ قرآن کے علاوہ روایت امام زین العابدینؑ بھی موجود ہے جو سابق میں گذری۔ افسوس اُس قوم پر کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاحِ بی بی زینب سے عیب لگاتی ہے۔ اور خود اپنے بے غیرتی افعال سے نہیں شرماتی اگر کوئی اجنبی شخص کسی کی بی بی کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں چلا جائے تو شوہر صاحب منہ دیکھتے رہجاتے ہیں اور کچھہ نہیں کہتے ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حکمِ خدا سے رسمِ باطل کو مٹایا جسطرح خدا نے فرمایا۔ مَاكَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۳۸

نبی پر اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں جو اللہ نے انکے لئے مقرر کر دی ہے۔ اللہ کا طریقہ

قدرا - القضاء الارادة الازلية المتعلقة بالاشياء على ماهي عليه والقدر عبارة عن ايجاده ايا ها على تقدير مخصوص معين (خفاجی) ۱۲-

قضا و قدر میں فرق

ان لوگوں میں جو پہلے گذرے ہیں۔ اللہ کا کام اندازہ پر مقرر کیا ہوا ہے۔ یعنے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسے امر میں کچھ حرج نہیں جو اللہ تعالےٰ نے ان کیلئے
فرض فرمایا جسطرح بی بی زینب کے نکاح کا بعد طلاق زید بن حارثہ حکم فرمایا پھر
فرماتا ہے کہ سنت الٰہی ان انبیا میں جو سابق میں گذرے ہیں اسیطرح رہی یعنے اللہ کا
حکم[لہ] انبیاء سابق کو جسطرح ہوا انہوں نے پورا کیا۔ اور اسمیں انپر کچھ حرج نہ تھا تو آپ
پھر کیا حرج ہے اسمیں ان منافقین کا رد ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح بی بی
زینب سے عیب لگاتے تھے۔ اور جو امر اُسنے مقرر کیا ہے وہ لامحالہ پورا ہوگا خواہ اُس سے
لوگ خوش ہوں یا ناخوش۔ انبیاء کرام بھی اسی امر الٰہی کی تکمیل میں سعی کرتے ہیں اور کسی
سے نہیں ڈرتے جسطرح فرماتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا
يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ وہ لوگ جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے
ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوائے کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کفایت کرنیوالا
بس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کو نہیں چاہئے کہ اپنے نفس کو اسقدر
ذلیل کرے کہ امر الٰہی کے مقدمہ میں وہ کلمہ نصیحت کہہ سکتا ہو پھر نہ کہے تو اللہ تعالےٰ اس سے فرمائیگا کہ

لہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز تھا۔ حضرت آدم کی اولاد میں ایک بطن کے لڑکے دوسری بطن کی لڑکی کا باہم نکاح ہوتا تھا اور اسمیں کچھ حرج نہ تھا۔ ۱۲ امام احمد و عبدالرزاق و ابن ماجہ (ابن کثیر) ۱۲

خوف تو مجھ سے ہی کرنا چاہئے تھا جسطرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے خدا کے
کسی سے خوف نہ کیا۔ اللہ تعالےٰ نے بھی آپکی ہر طرح سے تائید کی جسطرح فرمایا۔ مَا کَانَ
مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمًا ۝ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں ولیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین
ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد
کے باپ نہیں۔ اور حقیقی طور پر زید کے بھی باپ نہیں۔ بلکہ آپنے پرورش کے لیے انہیں
فرزندی میں لیا تھا۔ کیونکہ آپکا حقیقی کوئی فرزند عمر بلوغ تک نہیں پہونچا۔ اور لیکن آپ
رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ ہر شئے کو خوب جانتا ہے۔ منجملہ اسکے یہ کہ آپکے
بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہیں جب کوئی نبی نہ ہوگا تو بطریق اولیٰ کوئی رسول بھی
نہ ہوگا مسئلہ قرآن و احادیث متواترہ و اجماع امت سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ نبوت ختم ہوگئی۔ خلق سے

مُہرِ نبوت اُنکی ہے پشت شریف پر		ختم اب نبوت ہوگئی دربار ہوگیا

وخاتم۔ اسم آلہ لما یفعل بہ کالطابع لما یطبع بہ ای ختموا بہ۔ لہ حضرت ام المومنین بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تین صاحبزادے پیدا ہوئے تھے (۱) قاسم (۲) طیب (۳) طاہر۔ جو صغر سنی میں انتقال کر گئے۔ چار صاحبزادیاں تولد ہوئیں (۱) زینب (۲) رقیہ (۳) ام کلثوم (۴) فاطمہ پہلی تین صاحبزادیوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انتقال کیا۔ اور سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے والد کے چھ مہینے کے بعد انتقال کیا۔ اور حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو حالت شیر خواری میں انتقال کر گئے (ابن کثیر) مواہب میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ لڑکے تین ہیں طیب وطاہر عبداللہ کا لقب تھا۔ سلہ اسمٰعیل دہلوی اور اس کے مقلدین نے امکانِ ذاتی وقدرت الٰہی پر جو متعلق خاتم النبیین بحث کی بیہودہ لغو ہے۔ ایسے لغویات کا ہمارے علماء نے خوب رد کیا ہے۔ جزاھم اللہ خیرا۔ سلہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسالت ونبوت میرے بعد منقطع ہوگئی

وخاتم عاصم کے سوا سب قراء کے نزدیک خاتِم پڑھتے ہیں جو اسم فاعل ہے۔

جو شخص ختم نبوت کے خلاف اعتقاد رکھے یا اسمیں شک یا تردد کرے وہ کافر ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔ لوگوں کو یہ گراں گذرا۔ تو فرمایا لیکن مبشرات (باقی ہیں) عرض کی کہ یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں۔ فرمایا مسلمان کا خواب ایک جزء ہے اجزائے نبوت سے (ابن کثیر از امام احمد و ترمذی) بخاری و مسلم و ترمذی میں بھی ایک اور روایت ہے جس کے آخر میں یہ ہے کہ میں تمام انبیا کا خاتم ہوں (ابن کثیر) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ باتوں کے ساتھ انبیاء پر فضیلت عطا ہوئی ہے (۱) مجھے جوامع الکلم عطا ہوئے (۲) رعب کے ساتھ مجھکو فتح دیگئی (۳) میرے واسطے غنیمت حلال کی گئی (۴) زمین میرے واسطے مسجد و طہور کر دیگئی (۵) میں تمام خلق کی جانب بھیجا گیا ہوں (۶) میری ہی ذات سے انبیا ختم کیئے گئے (ابن کثیر از مسلم و ترمذی و ابن ماجہ) عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالے کے نزدیک نبی تھا حالانکہ آدم مٹی میں تھے (ابن کثیر از امام احمد) جبیر بن مطعم نے روایت کی ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میرے چند نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالے نے میری ہی ذات سے کفر کو محو فرمایا۔ اور میں حاشر ہوں کہ میرے ہی قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا (سب سے پہلے میں اٹھوں گا) اور میں عاقب ہوں کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے (ابن کثیر از صحیح بخاری و مسلم) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور ہم لوگوں سے اسطرح ارشاد فرمایا جیسے کوئی وداع کرتا ہے۔ پس فرمایا میں ہی نبی امی ہوں اس کلمہ کو تین بار ارشاد فرمایا۔ پھر فرمایا کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے اور اللہ تعالے نے مجھکو کلام کے فواتح و جوامع و خواتم عطا فرمائے ہیں مجھکو معلوم ہے کہ دوزخ کے خازن کتنے ہیں اور عرش اٹھانے والے کسقدر ہیں۔ حق عزوجل نے مجھکو اول و آخر سب طرح مغفور فرمایا مجھے معرفت عطا ہوئی۔ میں نے اپنی امت کو درجۂ معرفت پر پہنچا دیا۔ میں جب تک کہ تم میں ہوں میری سنو اور اطاعت کرو پھر جب میں اٹھالیا جاؤں تو تم لوگ کتاب الٰہی عزوجل کو مضبوط پکڑے رہو۔ جو اسمیں حلال ہے اسکو حلال رکھو اور جو اسمیں حرام ہے اسکو حرام رکھو۔ (ابن کثیر)

احمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

اور جو آپکے بعد نبوت کا دعوے کرے وہ کذاب و دجال وضال و مضل ہے۔ اگرچہ ہزار طرح کے شعبدے اور خرق عادات دکھلائے۔ اور پیشگوئیاں کرے۔ اہل عقل کے پاس ان چیزوں کی کچھ بھی وقعت نہیں۔ بعد تعلیم آداب نبی صلے اللہ علیہ وسلم انکی امت کو تربیت فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًاۙ۝ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا۝ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۝ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا۝

اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کرو اور اسکی صبح وشام تسبیح کرو۔ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اسکے فرشتے (بھی) تاکہ وہ تمھیں اندھیریوں سے نور کی طرف نکالے۔ اور وہ ایمان والوں پر مہربان ہے۔ انکی دعائے خیر جسدن وہ اللہ سے ملاقات کریں گے سلام ہے اور اس نے تمھارے لئے اچھا بدلہ تیار کر رکھا ہے۔

پہلی آیت میں ذکر کثیر اور تسبیح الٰہی کا حکم ہے جسمیں نماز بدرجۂ اولے شامل ہے۔ دوسری آیت میں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) از امام احمد) عیسے علیہ السلام کا آنا منافی ختم نبوت نہیں۔ کیونکہ وہ سابق میں بنی اسرائیل کے پیغمبر بناکے بھیجے گئے تھے۔ اب اس امت میں جو انکا نزول ہوگا تو اس شریعت مطہرہ کے موافق حکم فرمائیں گے۔

لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ تیری زبان یاد الٰہی عزوجل سے تروتازہ رہے" (ابن کثیر از امام احمد وترمذی وابن ماجہ) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ذکر الٰہی عزوجل میں یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ تم کو مجنون کہیں" (ابن کثیر از امام احمد) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالےٰ کو بکثرت یاد کرو یہانتک کہ منافقین کہنے لگیں کہ یہ ریاکار ہے" (ابن کثیر از طبرانی) حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں آیا ہے کہ

ع ۲ (۱) ۲ ۲ ر ۲

فضیلت ذکر الٰہی

ارشاد ہے کہ ہم اور ہمارے فرشتے تمہاری اصلاح کی طرف متوجہ ہیں۔ تیسری آیت میں اپنی ملاقات کی خوشخبری دی ہے اور اجر کریم کا وعدہ کیا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک کس بندے کا درجہ سب سے افضل ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان بندوں کا جو اللہ کی یاد بہت کرتے تھے۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی افضل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر غازی نے اپنی تلوار سے کافروں ومشرکوں پر یہاں تک وار چلائے کہ خون آلودہ ہو کر تلوار ٹوٹ گئی تو ایسے غازی سے بھی اللہ کا بہت یاد کرنے والا افضل ہے (ابن کثیر از امام احمد و ترمذی و بیہقی) شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یاد الٰہی کی فضیلت و بزرگی میں آیات و احادیث و آثار بکثرت وارد ہیں۔ اور اذکار کے بارے میں امام نسائی و نووی وغیرہ نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سب سے بہتر شیخ محی الدین نووی کی کتاب الاذکار ہے ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو اسکے گناہ ساقط کردئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے پھین کے برابر ہوں" (ابن کثیر از صحیحین) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آپ نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ کیا ہر روز ہزار نیکیاں کمانے سے تم میں سے کوئی عاجز ہو جاتا ہے۔ ہم میں سے ایک نے عرض کی کہ یا رسول اللہ بھلا ہماری طاقت کہاں ہے کہ ہر روز ہزار نیکیاں کمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہر روز سو بار اللہ تعالے کی تسبیح پڑھو تو پڑھنے والے کے لئے ہزار نیکیاں لکھی جائینگی۔ اور اس سے ہزار خطائیں ساقط کردی جائینگی" (ابن کثیر از امام احمد و مسلم و ترمذی وغیرہم) بعض فقہا نے حائضہ عورتوں کے واسطے ایک نفیس طریقہ بتلایا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وہ مسواک وغیرہ سے اپنا منہ صاف کرکے سو بار تسبیح پڑھ لیا کرے تاکہ نماز کی عادت باقی رہے۔ ے یہ صلوٰۃ کے معنے بطور عموم مجاز ہیں جو رحمت و استغفار و دعا تینوں کو شامل ہیں۔ اور بطور منقول خدا کی صلوٰۃ بندہ پر یہ کہ ملائکہ کے پاس اسکی تعریف کرے اسکو بخاری نے ابی عالیہ اور ابو جعفر رازی اور ربیع بن انس سے روایت کی ہے۔ اور دیگر علماء تابعین سے منقول ہے کہ خدائے عزوجل کی طرف سے صلوٰۃ بمعنی

آیت ۴۵ تا ۴۷

عامۂ مومنین کے ارشاد و تعلیم کا طریقہ سکھلاتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا
وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاۙ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا اے نبی ہم نے تمھیں گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا
اور ڈرانے والا بھیجا ہے اور اللہ کی جانب اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکتا ہوا چراغ (بنا کر
بھیجا ہے) اور تم مومنین کو خوشخبری دو کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ اور
تم کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو۔ اور انکی ایذا رسانی سے تجاوز کرو۔ اور اللہ پر بھروسہ
کرو۔ اور اللہ کارساز بس ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
شاہد فرمایا یعنی آپ دنیا میں شاہد ہیں احوال آخرت جنت و نار وغیرہ کے اور آخرت میں
شاہد ہیں احوال دنیا طاعت و معصیت وغیرہ کی۔ اسی لحاظ سے مولانا روم فرماتے ہیں ؎

(بقیہ گذشتہ) رحمت ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ دونوں قول اپنے اپنے موقع پر ٹھیک ہیں۔ لیکن ملائکہ کی صلوٰۃ لوگوں کے لئے دعا و استغفار کے معنی میں ہے (ابن کثیر) نَذِیْرًا۔ منذرًا نہ فرمانے کے صیغۂ مبالغہ نذیرًا فرمانا عموماً انذار کے لئے ہے۔ تاکہ گنہگار اور کافر سب ہراساں رہیں۔ چونکہ بشارت خاص مومنین کے لئے ہے اسی لئے ان کو بسبب ان کے شرف کے مقدم ذکر فرمایا۔ چونکہ نذیرًا میں مبالغہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فرماکے پھر جانب رحمت کو ترجیح دی ؎ امام احمد نے عطا بن یسار سے روایت کی ہے کہ میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے جاکر ملا اور عرض کی کہ توریت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مبارک ہے اس سے مجھے بھی آگاہ فرمائیے۔

اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

درنظر بودش مقامات العباد	لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
گر ہزاراں مدعی سر بر زند	گوش قاضی جانب شاہد کند

(بقیہ صفحہ گذشتہ) انھوں نے فرمایا کہ واللہ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت قرآن میں ہے یہی چند صفات مع دیگر صفات کے توریت میں بھی ہیں۔ چنانچہ توریت میں ہے کہ اے میرے پیغمبر مکرم ہمنے تمھیں اس شان سے بھیجنا مقدر فرمایا ہے کہ تم شاہد۔ مبشر۔ نذیر ہو۔ اور قوم امیوں کے حرز ہو (یعنے قوم امیین عرب تمہارے سایۂ عاطفت میں محفوظ رہیں گے) تم میرے بندے اور رسول ہو۔ میں نے متوکل تمہارا نام رکھا۔ تم سخت دل نہیں ہو اور نہ سخت زبان ہو۔ اور نہ بازاروں میں شور کرنے ولے ہو اور نہ بدی کا عوض بدی سے دوگے۔ بلکہ بخشوگے معاف فرماؤگے اور اللہ تعلےٰ انکو ہرگز اپنے یہاں نہیں بلائیگا۔ جبتک ایسا نہ ہوجائے کہ انکی ذات مبارک سے ٹیڑھی بات ٹھیک سیدھی ہوجائے بایں طور کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ پس اللہ تعلےٰ نے ان کے ذریعہ سے اندھی آنکھوں کو کھولیگا۔ اور بہرے کانوں کو سننے والا کریگا۔ اور غلاف چڑھے ہوے دلوں کو کشادہ کریگا (وقد رواہ البخاری فی البیوع والتفسیر) اور عطاء ابن یسار رحمۃ اللہ نے اسکو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے (علقہ البخاری) اور وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تابعی جلیل جو کتب انبیائے سابق سے بخوبی ماہر تھے۔ روایت کرتے ہیں کہ انبیائے سابقین میں شعیا علیہ السلام بنی اسرائیل پر پیغمبر مبعوث کئے گئے۔ پس اللہ عزوجل نے شعیا علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں خطبہ پڑھنے کھڑا ہو کہ میں تیری زبان کو اپنی وحی سے گویا کرونگا۔ تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے کہ میں قوم امیین (قوم عرب میں سے) نبی امی مبعوث کرونگا (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) جو سخت نہیں اور نہ سخت دل ہے۔ اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا ہے۔ اور میں نے اسکی ذات مبارک میں ایسی طمانینت اور سکینت رکھی ہے کہ اگر وہ چراغ کے پہلو سے گذریگا تو چراغ گل نہ ہوگا۔ اور اگر نرکل کے گٹھوں پر سے چلیگا تو قدموں کے نیچے سے آواز نہ آئے گی۔ میں اس کے مطیعین کے لئے بشارت دینے والا مبشر بھیجوں گا۔ اور نافرمانوں کو

دوسری آیت میں آپ کو سراج منیر فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چراغ روشن

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ڈرانے والا نذیر کروں گا۔ وہ بیہودہ بات زبان سے نہیں نکالیگا۔ اسکی ذات مبارک سے کافر کی اندھی آنکھیں روشن کرونگا۔ اور بہرے کانوں کو کھولونگا۔ اور ڈھکے ہوئے دلونکو کشادہ کرونگا میں اسکو ہر کار جلیل کے لئے سداد عنایت کروں گا۔ (بہت خوبی سے ہر نیک کام ادا کریگا) اور میں اسکو خلق کریم مرحمت کروں گا۔ میں اس پیغمبر عظیم الشان کا لباس سکینت کرونگا۔ اور نیکوئی اسکا شعار بناؤں گا۔ اور تقویٰ اسکی ضمیر کروں گا۔ اسکی بات عین حکمت و صدق ہے۔ اور وفا اسکی طبیعت کرونگا۔ عفو و ہدایت خیر اسکا خلق ہوگا۔ اور حق اسکی شریعت ہوگی۔ عدل اسکی سیرت ہوگی۔ ہر امر میں ہدایت اس کے آگے چلیگی۔ اسلام اسکی ملت ہوگا۔ نام پاک اسکا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا میں اسکی ذات پاک سے لوگوں کو گمراہی کے بعد ہدایت عطا کروں گا۔ اور جہالت کے بعد علم دونگا۔ میں اس پیغمبر عظیم الشان کو گمنامی کے بعد بلند نام کرونگا۔ انجانی کے بعد پہچان دونگا۔ اور قلت کے بعد اسکی ذات سے کثرت عطا کروں گا۔ اور بعد محتاجی کے اس کے ذریعہ سے توانگر بناؤنگا۔ اور اسی کے ذریعہ سے تفرقہ کے بعد جمع کرونگا۔ اور قبایل متفرقہ اور قلوب مختلفہ کے درمیان اسکی ذات سے الفت دونگا۔ اور متفرق اقوام کو جو اپنے ہوائے نفس پر چلتے تھے ہدایت پر ایک جا کرونگا اور لوگوں کے ایک گروہ عظیم کو اسکی ذات بابرکت کے سبب سے ہلاکت سے بچاؤنگا۔ میں اسکی امت کو سب امتوں سے بہتر کرونگا کہ نیک باتوں کا حکم کرے گی اور بری باتوں سے منع کرے گی۔ اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی توحید کرے گی۔ اور اخلاص کے ساتھہ ایمان لائے گی۔ اور جو کچھہ میرے پیغمبروں نے رسالت پہنچائی ہے سبکی تصدیق کرے گی۔ میں انکو اپنی تسبیح و تحمید اور ثنا و تکبیر و توحید الہام فرماؤں گا۔ جسکو اپنی مسجد اور مجالس میں اور اپنے بستروں و خوابگاہوں میں ادا کرتے رہیں گے۔ اور میرے واسطے کھڑے اور بیٹھے نماز پڑہیں گے۔ اللہ تعالے ہی کی راہ میں صف بستہ ہو کر قتال کریں گے اور میری ہی رضامندی کے واسطے اپنے گھر بار چھوڑ کر منزلہوں کو نکل آئیں گے اپنے چہروں اور ہاتھہ پاؤں اطراف کو دہوئیں گے اور آدہی پنڈلیوں تک ازار پہنیں گے۔

فرمانے میں کئی سبب ہیں۔

(۱) یہ کہ آپکے سبب سے ظلمتِ کفر نابود ہوی۔ گمراہوں کو آپ کے باعث راہ ملی ہے

چراغِ روشن از نورِ خدائی	جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

(۲) یہ کہ راہ پائے ہوے لوگ اس چراغ کے نور سے انوارِ معرفت حاصل کرتے ہیں ے

از و جاں را بدانش آشنائی ست	وز و چشمِ جہاں را روشنائی ست
درِ گنجِ معانی برکشادہ	وزاں صاحبدلاں را مایہ دادہ

(۳) یہ کہ اس چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہوے۔ اور یہ خود نورِ الٰہی سے روشن ہے پس جو اس کے نور سے منور ہوا حقیقت میں اس نے نورِ الٰہی حاصل کیا مولانا روم فرماتے ہیں

(بقیہ صفحہ گذشتہ) انکی قربانیاں خود اُن کے خون ہیں۔ انکی انجیل خود اُن کے سینے ہیں۔ رات میں راہبوں کی طرح عبادت گذار ہوں گے۔ دن میں شیروں کی طرح کافروں پر حملہ آور ہوں گے۔ میں اس پیغمبر کے خاندان و ذریات میں سابقین و صدیقین و شہدا و صالحین بناؤں گا۔ اور اسکی امت اس کے بعد بھی حق کے ساتھ ہدایت کریگی۔ اور حق ہی کے ساتھ عدل کا شیوہ رکھیگی۔ اور جو شخص انکا مددگار ہوگا میں اسکو عزت دونگا۔ اور جو شخص انکا دعاگو ہوگا میں اسکی تائید کروں گا۔ اور جس شخص نے ان سے مخالفت کی یا ان پر بغاوت کی یا چاہا کہ جو چیز ان کے ہاتھوں میں ہے اس میں سے کچھ لے تو میں بدانجامی کی گردش اسی پر رکھونگا۔ میں ان بندوں کو انکے پیغمبر و نبی کا وارث بناؤں گا۔ وہ لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف بلائیں گے۔ یہ لوگ نیک کاموں کا حکم کریں گے اور بُرے کاموں سے روکیں گے۔ نماز کو ٹھیک قائم کریں گے۔ زکواۃ ادا کریں گے۔ اپنا عہد پورا کریں گے اور میں انھیں کے ساتھ وہ خیر پوری کروں گا کہ میں نے ان کے اول طبقہ سے شروع کی تھی۔ یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ اور میں صاحبِ فضلِ عظیم ہوں۔ (ابن کثیر از ابن ابی حاتم باسناد حسن)۔

گفت طوبےٰ من رانی مصطفےٰ علیہ السلام	وَالَّذِی یُبْصِرُ لِمَن وَّجْہِیْ رَاٰ
چوں چراغے نورِ شمعے را کشید	ہر کہ دید آں را یقین آں شمع دید
ہمچنیں تا صد چراغ از نقل شد	دیدن آخر لقائے اصل شد
خواہ نور از واپسیں بستاں بجاں	ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں

منیر یہاں تاکید کے لئے لایا ہے یعنی تم دوسرے چراغوں کی طرح نہیں ہو جو کبھی بجھتے اور کبھی روشن ہوتے ہیں بلکہ اول سے آخر تک روشن رہو گے ۵

ہر کہ بر شمعِ خدا آرد تفو	شمع کے میرد بسوزد پوزِ او

اور جسطرح دنیا میں تمہاری روشنی ہے اسیطرح روزِ قیامت بھی تمہارے پرتو نور شفاعت سے روشن ہوگا ۵

شد بدنیا رخش چراغ افروز	شب ما گشت ز التفاتش روز
باز فردا چراغ افروزد	کہ ازاں جرم عاصیاں سوزد

پھر آپکی امت کو ازواج کے متعلق بعض مسائل سکہلاتا ہے - یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ع ۱

له اللہ تعالےٰ نے اس سورہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مکارم اخلاق سکھلائے - اور اسکے ساتھ ہی آپکی امت کو بھی اسیطرح ان کے مناسب ادب دیا - چنانچہ جانب آلہی کے متعلق - یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ پھر جانب خلق یعنے ازواج مطہرات کے متعلق یاایھا النبی قل لازواجک پھر جانب عامہ کے متعلق یاایھا النبی انا ارسلناک فرمایا - اسیطرح تربیت مومنین جانب آلہی کے متعلق یاایھا الذین امنوا

لم تمسوھن حمزہ وکسائی باب مفاعلہ سے پڑھتے ہیں۔

إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ

مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ اے ایمان والو

جب تم ایمان دار عورتوں سے نکاح کرو پھر انھیں اس سے پہلے کہ انھیں ہاتھ لگاؤ طلاق

دیدو تو تمہارے لئے ان (مطلقات) پر کچھ عدت نہیں کہ تم اسکا شمار کرو۔ پس تم

انھیں متعہ[1] دیدو اور انھیں اچھی طرح سے رخصت کرو۔ اس[2] آیت سے قبل جماع طلاق دینا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اذکروا اللہ۔ پھر جانب خلق یعنے ازواج کے متعلق یایھا الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنٰت فرمایا۔ جسطرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو امت کا لحاظ کرنے فرمایا اسی طرح مومنین کو بھی آداب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے قول یایھا الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی اور یایھا الذین امنوا صلوا علیہ سے تعلیم فرمایا۔ نکحتم۔ اصل النکاح العقد ثم استعیر للجماع۔ لان اسماء الجماع کلھا کنایات لاستقباحھم ذکرہ (مفردات) تمسوھن۔ المس کاللمس لکن اللمس قد یقال لطلب الشیئ وان لم یوجد والمس فیما یکون معہ ادراک بحاسۃ اللمس وکنی بہ عن النکاح (مفردات) فمتعوھن۔ المتاع والمتعۃ ما یعطے المطلقۃ لتنتفع بہ مدۃ عدتھا یقال امتعھا ومتعھا (مفردات) وسرحوھن۔ التسریح فی الطلاق مستعار من تسریح الابل (ای ارسالہ فی الرعی) (مفردات)

[1] متعہ سے مراد یہاں عام ہے۔ خواہ مہر مسمے کا نصف مہر ہو۔ یا مہر مسمے نہ ہو تو خاص متعہ دے۔ اور متعہ تین کپڑے ہیں پیرہن۔ دامنی۔ چادر۔ اور یہ جوڑا دینا سوائے مفوضہ کے ہر ایک مطلقہ کو مستحب ہے۔ خواہ اس سے صحبت کی ہو یا نہیں۔ اگر مفوضہ کو پہلے صحبت کے طلاق دی ہو تو اسکو جوڑا دینا واجب ہے۔ مفوضہ وہ عورت ہے جسکا نکاح بدون ذکر مہر ہوا ہو۔ (کنز الدقائق)۔

[2] اس آیت میں نکاح سے مراد عقد لیا گیا ہے۔ اور اس معنے میں یہ آیت نہایت صریح ہے اور اسی آیت سے ابن عباس وسعید بن المسیب وحسن بصری وامام زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہم

جائز نکلتا ہے اور اس مطلقہ پر عدت نہیں۔ اور وہ فوراً نکاح کرسکتی ہے۔ ہاں اگر غیر
مدخولہ کا شوہر مرجائے تو وہ چار مہینے دس دن عدت بیٹھے۔ اسمیں جمیع علما کا اتفاق
ہے۔ اگر ایسی عورت کا مہر مقرر ہو تو اُس میں سے نصف مہر دینا ہوگا۔ اور جو اسکا مہر
مقرر نہ کیا گیا تھا تو اُس وقت متعہ دینا ہوگا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
انواع نکاح کو بیان فرمایا۔ يَآيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ أُجُوْرَهُنَّ ع ۱ ۶ ۵

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور بہت سے سلف وخلف نے استدلال کیا کہ طلاق سے پہلے نکاح ہونا ضروری ہے اور یہی امام شافعی وامام احمد کا مذہب ہے۔ پس نکاح سے پہلے جو طلاق ہو وہ باطل ہے۔ لیکن امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے لکہا ہے کہ اگر کسی نے یوں شرط لگائی کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کرونگا تو وہ طالقہ ہے۔ پس ایسی صورت میں اگر اُس عورت کو نکاح کریگا تو طلاق واقع ہوگی۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ ہر عورت جسسے میں نکاح کروں گا وہ طالقہ ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی جبتک کہ کسی معین عورت کی نسبت نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ایسی صورت میں بھی وہ جس عورت سے نکاح کریگا طالقہ ہوجائے گی۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کر روایت کی ہے کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کرونگا وہ طالقہ ہے تو یہ کچھ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموھن۔ الآیہ۔ پس تم نہیں دیکھتے ہو کہ طلاق کو بعد نکاح فرمایا ہے (ابن ابی حاتم) پس نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں ہے (محمد بن اسحاق) اس بارہ میں ایک حدیث بھی وارد ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لا طلاق لابن آدم فیما لا یملک" آدمی کو جہاں اسکی ملکیت نہیں ہے وہاں طلاق نہیں ہے (رواہ امام احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ) یہ روایتیں ابن کثیر نے لکھی ہیں۔ لیکن حنفیونکو چاہئے کہ طحاوی وفتح القدیر وغیرہ سے اپنے مذہب کے ادلہ دیکھیں ۱۲

وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّآ أَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ
خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا
لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ عَلِمْنَا
مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ اے نبی ہم نے تمہارے لئے تمہاری اُن بی بیوں کو
حلال کردیا ہے جنکے مہر تم نے دیدیئے۔ اور تمہاری وہ لونڈیاں (بھی) جو اللہ نے
تمھیں غنیمت (میں) عطا کیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہارے پھوپیوں کی
بیٹیاں اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں اور تمہارے خالاؤں کی بیٹیاں جنھوں نے تمہارے
ساتھ ہجرت کی اور ایمان دار عورت اگر (بغیر مہر کے اپنے آپ کو نبی کو دیدے اگر نبی بھی چاہیں

بنت عمك۔ اس جگہ چچا ماموں کو اس لئے مفرد فرمایا کہ مذکر اشرف ہوتا ہے پھوپیاں اور خالاؤں کو اسلئے جمع فرمایا کہ عورتیں ناقص ہوتی ہیں جیسے قولہ تعالے عن الیمین وعن الشمائل۔ یمین یعنی داہنے کو بوجہ شرف کے مفرد فرمایا۔ اور شمایل یعنے بائیں کو جمع فرمایا۔ اسیطرح قولہ تعالے یخرجہم من الظلمات الی النور میں نور مفرد۔ ظلمات جمع ہیں۔ اسکے نظایر بہت ہیں۔ ۵ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ یعنے پانچسو درہم تھا سوائے ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے جنہیں نجاشی بادشاہ حبشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کروا کر اپنے پاس سے چار سو دینار مہر دیا۔ اور ام المومنین صفیہ بنت حیی کو آزاد کرکے نکاح کیا۔ یہی آزادی انکا مہر تہا۔ اور ام المومنین جویریہ بنت حارث کو مال کتابت ادا کرکے نکاح کر لیا (ابن کثیر) ۱۲۔

کہ اسے نکاح کر لیں (تو) یہ خاص تمہارے لئے ہے نہ مومنین کے لئے۔ بیشک ہم نے جان لیا ہے جو کچھ ہم نے ان پر انکی بیویوں اور لونڈیوں کے حق میں فرض کر دیا ہے تاکہ (اے نبی) تم پر کچھ تنگی نہ رہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چار قسم کی عورتوں کا ذکر فرمایا۔ جو آپکے لئے بہتر و افضل ہیں (۱) وہ ازواج مطہرات جنکا مہر دیدیا گیا ہو[1] (۲) وہ لونڈیاں جو غنیمت[2] میں آئی ہوں۔ یہ ان سے بہتر ہیں جو خریدے جائیں (۳) وہ قرابت دار غیر محرم عورتیں جنھوں نے آپکے ساتھ ہجرت کیں یہ افضل[3] ہیں ان عورتوں سے جنھوں نے ہجرت نہیں کی (۴) وہ مومنہ عورت جو اپنی ذات کو آپکے لئے ہبہ کر دے۔ ایسی صورت میں اس کے لئے مہر نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبول کرنا بھی ضروری تھا۔ لیکن یہ آپ ہی کے لئے خاص تھا کیونکہ آپکا نفس مقدس ہم رنگ روح تھا۔ چنانچہ کئی عورتوں نے خود کو آپکے لئے ہبہ کیا۔[4]

لہ تعجیل مہر برأت ذمہ اور طیب النفس کیلئے بہتر ہے بخلاف اس زوجہ کے جسکا مہر نہ دیا گیا ہو۔ ۲ اس لئے کہ جس لونڈی کو آدمی خریدتا ہے اسکا حال معلوم نہیں ہوتا کہ دراصل وہ لونڈی ہے یا نہیں اسی لئے بعض متقی لونڈی کو خریدنے کے بعد عقد کیا کرتے تھے ۳ یہاں دو قول ہیں (۱) قول یہ کہ نساء مہاجرات غیر مہاجرات سے آپ کے لئے افضل ہیں (۲) قول یہ ہے کہ جن عورتوں نے ہجرت نہیں کی ہے ان کا نکاح خاص آپ پر حرام ہے۔ چنانچہ اس قول کو علامہ سیوطی نے خصائص صغرےٰ میں بیان فرمایا ہے۔ قتادہ کی ایک روایت میں ہے کہ ہجرت کرنے سے مراد اسلام لانا ہے (ابن کثیر) ۴ ثابت بنانی نے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اور ان کے پاس انکی ایک لڑکی تھی۔ پس آپ نے

لیکن آپ نے کسی کو قبول نہ فرمایا۔ اور نہ آپ کے پاس اُن میں سے کوئی عورت تھی ۔ پھر مومنین کے متعلق فرماتا ہے کہ ان کے منکوحات چار سے زاید نہ ہوں مگر مملوکات جسقدر چاہیں لیں اور انکے لئے مہر و گواہ و نفقہ و ولی بھی شرط ہے۔ لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایسے کوئی چیز بھی شرط نہیں تھی تاکہ آپ پر کسی قسم کا حرج نہ ہو۔ اسمیں بھید یہ تھا کہ آپ سراپا عدل و رحمت تھے یہاں افراط و تفریط کو دخل نہیں ہے اسلئے ان حدود کی بھی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ بعد حلّتِ ازواج مطہرات ان کے ساتھ وجوہ معاشرت کو بیان فرماتا ہے تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِیْۤ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَ یَرْضَیْنَ بِمَاۤ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ۝

ع ۵ / ۱۱ / ۱

تُرْجِیْ مکی و بصری و شامی و شعبہ ساتھ ہمزہ کے اور شام وقف میں ساتھ یا کے مثل حفص کے۔

ان میں سے جسے چاہو کنارے کر دو اور جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو اور جسکو تم نے علیحدہ کر دیا ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بیان فرمانا شروع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر عرض کی کہ یارسول اللہ آپ کو میری جانب کوئی حاجت ہے۔ یہ سنکر حضرت انس کی لڑکی نے کہا وہ عورت کس قدر بے حیا تھی۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عورت تجھ سے بہتر تھی کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت کی کہ اپنی ذات کو آپکے لیے پیش کیا (ابن کثیر از امام احمد و بخاری) [۱] ابن جریر [۲] ابن کثیر از ابن ابی حاتم

[۳] قال ابی بن کعب ومجاهد والحسن وقتادة وابن جریر فی قوله قد علمنا ما فرضنا علیهم فی ازواجهم ای من حصرهم فی اربع نسوة حرائر وما شاء من الاماء واشتراط الولی والمهر والشهود علیهم وهم الامة وقد رخصنا لك فی ذالك فلم نوجب علیك شیئا منه۔ [۴] یہ مذہب شافعی و حنبلی ہے۔ مذہب حنفی میں ولی کی شرط نہیں ہے

اگر تم اسکی خواہش کرو تو تم پر کچھہ مضایقہ نہیں یہ (حکم) اس بات سے زیادہ قریب ہے
کہ ان عورتوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور راضی رہیں اُسپر جو
تم نے انھیں دیا ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو کچھہ تمھارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ جاننے والا
بردبار ہے۔ یہ آیت ہبہ کرنے والی عورتوں کے لئے عام ہے کہ چاہیں آپ انھیں قبول
فرمائیں یا نہ قبول فرمائیں اور اُن ازواج مطہرات کیلئے بھی جو آپ کے نزدیک تھیں

لہ شانِ نزول۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا ایسی عورتوں پر جو اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کرتی تھیں عار و غیرت کرتی اور فرماتی تھیں کیا اس عورت کو شرم نہیں آتی کہ بغیر مہر کے اپنے آپکو پیش کرے۔ پھر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی ترجی من تشاء الآیہ بی بی عائشہ نے کہا یا رسول اللہ میں دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالے آپکی خوشی میں مسارعت فرماتا ہے (ابن کثیر از امام احمد و بخاری) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ آیت اُن عورتوں کے بارے میں ہے جو اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کرتی تھیں پس اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جو عورتیں تمپر اپنے نفس کو پیش کرتی ہیں تمھیں اختیار ہے کہ بالفعل انھیں قبول نہ کرو بلکہ تاخیر دو۔ اور جسکو چاہو اسکی درخواست قبول کرکے اپنے پاس جگہ دو اور جن کو تم نے تاخیر دی ہے ان میں سے بھی کسیکی خواہش کرو تو تم پر کچھہ مضایقہ نہیں ہے۔ ٹہ یعنے اپنی ازواج میں سے جسکے لئے چاہو باری مقرر نہ کرو اور جسکو چاہو مقدم و موخر کرو۔ جس سے چاہو مقاربت کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو۔ اسی طرح مروی ہے ابن عباس و مجاہد و حسن و قتادہ و ابی بن زید و عبدالرحمن بن زید وغیرہم سے باوجود اسکے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے باری مقرر فرمائی تھی۔ اسیواسطے فقہائے شافعیہ وغیرہم سے ایک جماعت اسطرف گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر باری واجب نہ تھی۔ انھوں نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت

آپ کو اختیار دیا گیا تھا کہ اُن میں باری مقرر کریں یا نہ کریں۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر باری واجب نہیں فرمائی اور وقت تخییر ازواج مطہرات نے خدا و رسول کو اختیار کیا تو اللہ تعالےٰ نے اسکا بدلہ یہ دیا کہ ان کے سوائے دوسری عورتوں کو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آیت ترجی من تشاء منھن نازل ہونیکے بعد بھی اپنی ازواج میں سے جسکی باری ہوتی اس سے اجازت مانگتے تھے۔ راوی نے کہا کہ میں نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ یا ام المومنین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پوچھتے تو آپ کیا کہتی تھیں۔ آپ نے فرمایا میں اسطرح کہتی تھی کہ اگر یہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کی نسبت کسی عورت کو بھی باری کے بارہ میں اپنے نفس پر ترجیح نہ دیتی (ابن کثیر از بخاری) یہ حدیث باری کے عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ پہلی حدیث اس بات کی مقتضی ہے کہ یہ آیت واہبات کی شان میں نازل ہے۔ اسی لئے ابن جریر نے اختیار کیا ہے کہ یہ آیت واہبات اور ازواج مطہرات میں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں عام ہے۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ اس قول سے احادیث میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ جب ازواج مطہرات اس بات کو جان لیں گی کہ اللہ تعالےٰ نے تم پر باری واجب نہیں کی بلکہ تم نے اپنے اختیار سے باری مقرر فرمائی ہے تو آپکے احسان و اخلاق سے وہ خوش ہونگی کسیطرح کا انھیں غم نہ ہوگا۔ اور جو کچھ تم عطا فرماؤ گے اسپر بھی وہ راضی رہینگی۔ اللہ تعالے تمھارے قلوب کی حالت کو جانتا ہے کہ آدمی کو کسی زوجہ کی جانب بہ نسبت دوسری کے دلی میلان ہوتا ہے جسپر اسکا اختیار نہیں ہے تو اللہ تعالےٰ بھی اسپر مواخذہ نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالےٰ چھپے ہوئے بھید جانتا ہے اور بردباری کرتا ہے اور بخش دیتا ہے۔ بی بی عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج کے درمیان نہایت عدل و انصاف سے باری مقرر فرماتے پھر دعا کرتے کہ الٰہی جو امر میرے امکان میں ہے اسمیں میرا یہ فعل ہے۔ اور جو میرے امکان میں نہیں (یعنی محبت) تو

ع ۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام کیا جسطرح فرمایا۔ لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِن بَعدُ وَلَآ اَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِن اَزوَاجٍ وَّلَو اَعجَبَکَ حُسنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَکَت یَمِینُکَ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ رَّقِیبًا ؏ اے نبی اسکے بعد تمھیں (دوسری) عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ یہ (حلال ہے) کہ تم انھیں بدلکر (یعنے طلاق دیکر) اور بیبیاں کرلو اگرچہ تمھیں انکا حسن اچھا معلوم ہو سوائے باندیوں کے (کہ وہ حلال ہیں) اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ یہ آیت عام ہے اسوقت جو نو بی بیاں تھیں انہی پر اقتصار

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اسمیں مجھے ملامت نہ فرما (ابن کثیر از امام احمد و محدثین سنن اربعہ۔ ابوداؤد نے یہ عبارت زیادہ کی ہے اور تیرے ہی قبضہ میں ہے یعنے قلب۔ لہ اختار ابن جریر ان الاٰیۃ عامۃ فیمن ذکر من اصناف النساء وفی نساء اللواتی فی عصمتہ وکن تسعا وھٰذا الذی قالہ جید (ابن کثیر)
لہ ابن عباس و مجاہد و ضحاک و قتادہ و ابن زید و ابن جریر وغیرہم سے منقول ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ حیات دنیا اور اسکی زینت اختیار کریں یا اللہ و رسول اللہ اور دار آخرت کو اختیار کریں انہوں نے اللہ و رسول اور دار آخرت کو اختیار کیا تو یہ آیت اسکے عوض میں نازل ہوئی (ابن کثیر) سلہ ازواج مطہرات متفق علیہ گیارہ ہیں (۱) خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔ وقت تزوج آپکی عمر چالیس سال کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال کی تھی۔ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پچیس یا چوبیس سال تک زندگانی کی۔ جبتک آپ زندہ رہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا۔ آپ نے بعثت کے دسویں سال ماہ رمضان میں پینسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا آپ افضل ازواج مطہرات ہیں (۲) سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نبوت کے دسویں سال بعد وفات بی بی خدیجہ

فرمانے کو بھی شامل ہے۔ اور آیتِ انا احللنا لک ازواجک التی میں عورتوں کی جو قسمیں بیان ہوئیں ان پر بھی شامل ہے کہ ان دونوں قسموں کے سوا دوسری عورت آپ پر حلال نہیں ہے۔ لیکن بعد یہ حرمت بھی باقی نہیں رہی۔ جب

(بقیہ صفحہ گذشتہ) رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نکاح میں لائے۔ آپکی وفات ماہ شوال سنہ چوّن زمانہ امارتِ معاویہ میں ہوئی (۳) عائشہ صدیقہ بنتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔ تزویج کے وقت آپکی عمر چھ سال کی تھی اور زفاف بمقام مدینہ منورہ سنہ دو ہجری نو سال کی عمر میں ہوا۔ نکاح و زفاف دونوں شوال میں ہوئے۔ ازواجِ مطہرات میں صرف آپ ہی باکرہ تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نو سال تک آپنے معاشرت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت آپ اٹھارہ سال کی تھیں۔ آپکا انتقال سترہ رمضان سنہ اٹھاون چھیاسٹھ سال کی عمر میں ہوا (۴) حفصہ بنتِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا۔ ہجرت کے تیسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو نکاح فرمایا۔ آپنے سنہ پینتالیس ہجری ساٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ (۵) زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سالِ سوم ہجری میں آپ سے عقد فرمایا۔ ایک سال کے اندر ہی سنہ چار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بماہ ربیع الاول آپ نے رحلت فرمائی۔ (۶) ام سلمہ بنتِ ابی امیہ رضی اللہ عنہا۔ ہجرت کے چوتھے سال ماہ شوال میں آپ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ آپنے چوراسی سال کی عمر سنہ انسٹھ میں اس دارِ فانی سے کوچ فرمایا (۷) زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا۔ آپ بھی ازواجِ مطہرات میں سے ہیں ترپن سال کی عمر ہوئی ہجرت کے بیسویں سال میں آپنے اس دنیا سے رحلت فرمائی (۸) جویریہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پانچویں سال ماہ شعبان میں عقد فرمایا۔ اسوقت آپکی عمر بیس سال کی تھی پینسٹھ سال کی عمر سنہ پچاس میں انتقال فرمایا (۹) ام حبیبہ بنتِ ابی سفیان رضی اللہ عنہا۔ ہجرت کے چالیسویں سال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ وجوہِ معاشرت سکھلائی تو اب
امتِ مرحومہ کو آدابِ ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنے امہات المومنین تعلیم فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ
نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ
لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَ
إِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ

33

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آپ نے وفات پائی (۱۰) صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا۔ آپ کا انتقال چھپنویں سال
ہوا (۱۱) میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ ہجرت کے ساتویں سال ماہ ذی القعدہ میں رسول اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکو عقدِ زوجیت میں داخل فرمایا سنہ اکاون میں۔ آپنے انتقال کیا۔ لہ ابی بن
کعب و مجاہد و عکرمہ و ضحاک و ابورزین و ابوصالح و حسن و قتادہ و سدی وغیرہم سے مروی ہے (ابن
کثیر) ۲ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال نہیں
فرمایا یہاں تک کہ اللہ تعالے نے آپکے واسطے عورتوں سے نکاح حلال فرمایا۔ (ابن کثیر از امام احمد
و ترمذی و نسائی)۔ غیر ناظرین اناہ - قال مجاهد وقتادة وغيرهما اى غير متحينين
نضجه واستواءه اى لا ترقبوا الطعام اذا طبخ حتى اذا قارب الاستواء تعرضتم للدخول فا
ن هذا مما يكرهه الله ويذمه وهذا دليل على تحريم التطفيل وهو الذي تسميه العرب الضيفن
وقد صنف الخطيب البغدادي فى ذلك كتابا فى ذم الطفيليين (ابن كثير) أنى يأنى كرمى يرمى
انى بالكسر اى حان و انى ايضا ادرك (مختار) ادراك اى نضج - ابن کثیر نے لکھا ہے کہ دعوت میں طفیلی کا
لیجانا ممنوع ہے۔ ولا مستأنسين - الاستئناس انس گرفتن ۱۲

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۲۲

وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ
مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ
تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ای ایمان والو نبی کے گھروں میں
نہ جایا کرو مگر یہ کہ تمہیں کھانے کے لئے اجازت دیجائے اس حال میں کہ تم اسکے پکنے کا
انتظار نہ کرو لیکن جب تم بلائے جاؤ تو داخل ہو پھر جب تم کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ
اور باتوں میں جی نہ لگاؤ اس لئے کہ یہ (بات) نبی کو ایذا دیتی ہے پھر وہ تم سے شرماتے
ہیں اور اللہ حق بات سے نہیں شرماتا ہے اور جب تم نبی کی بی بیوں سے کوئی چیز مانگو
تو ان سے پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے دلوں کو اور ان کے دلوں کو زیادہ پاک
کرنے والا ہے۔ اور تمہیں سزاوار نہیں ہے کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ کہ انکے بعد
انکی بی بیوں سے کبھی نکاح کرو اس لئے کہ یہ اللہ کے پاس بڑا (گناہ) ہے۔ اگر تم کسی
چیز کو ظاہر کرو یا اسکو چھپاؤ تو بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ شانِ نزول[له]

له حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب
بنت جحش رضی اللہ عنہا سے تزویج فرمایا تو آپ نے لوگوں کو بلایا یعنے دعوت ولیمہ کے لئے مجھے بھیجا کہ
لوگوں کو بلا لاؤں۔ یہ دعوت روٹی اور گوشت کی تھی (میں نے بلایا) پس ایک قوم آکر کھا کے
چلی جاتی پھر دوسری قوم کے لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے۔ میں برابر بلاتا رہا یہاں تک کہ مجھکو کوئی
آدمی نہیں ملتا جسے میں بلاؤں۔ جب لوگ کھا چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا اٹھانیکو کہا

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

جس صبح کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے
ساتھ ولیمہ عروسی فرمایا۔ اسوقت یہ آیت حجاب نازل ہوئی۔ ولیمہ مذکور ہجرت کے
پانچویں سال ماہ ذی القعدہ میں ہوا۔ اللہ تعالے اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کے مکانوں میں بے اجازت جانے سے منع فرماتا ہے۔ جسطرح جاہلیت کی رسم اس کے
برعکس تھی اور فرماتا ہے کہ اجازت سے بھی ایسے وقت تک کہ نجاؤ جبکہ کھانا پک چکا ہو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) حکم دیا تین شخص بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھکر باہر نکلے اور بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی جانب تشریف لیگئے۔ اور فرمایا السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ یارسول اللہ آپ نے اپنی اہل کو کیسی پایا اللہ تعالے آپکے واسطے برکت دے۔ پھر آپ اپنی سب ازواج کے حجرات کیطرف گئے اور جیسے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا ویسے ہی سب سے فرمایا۔ انہوں نے بھی بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے موافق جواب دیا اور حال پوچھا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ دیکھا کہ وہی تین شخص گھر میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں اور بی بی زینب رضی اللہ عنہا دیوار کیطرف منہ کئے بیٹھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حیادار تھے۔ آپ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف تشریف لیجانے لگے مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپکو خبر دی یا اور کسی دوسرے نے کہ وہ اشخاص باہر چلے گئے۔ پھر آپ واپس تشریف لائے۔ دروازہ کے اندر قدم رکھکر دوسرا قدم باہر ہی تھا کہ آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ ڈالدیا۔ دیر نہیں ہوئی تھی کہ آیت حجاب نازل ہوئی (ابن کثیر از بخاری ونسائی تم) اسی کے مانند ایک اور روایت مسلم وترمذی ونسائی وبخاری وابن جریر وغیرہم نے بیان کی ہے جسمیں کھانیکی زیادتی کا معجزہ مذکور ہے سلہ ابن کثیر از قتادہ وواقدی۔ سلہ مجاہد وقتادہ وغیرہما (ابن کثیر) ۱۲

اور کھانیکی تیاری[1] ہو۔ ہاں جب تمھیں بلائیں[2] تو جاؤ اور کھانیکے بعد متفرق ہوجاؤ۔ باتیں کرتے ہوئے نہ بیٹھے رہو۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک امر یعنے بے اجازت داخل ہونا اور ٹھیرے رہنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتا ہے۔ آپ کمالِ حیا کے باعث تمھیں منع فرمانے سے باز رہتے ہیں۔ مگر اللہ تعالے حق بات سے نہیں شرماتا اسلئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذا دہ باتوں سے تمھیں منع فرماتا ہے۔ اور جب تم امہات المومنین سے کوئی چیز طلب کرنا چاہو تو پردے کے آڑ سے طلب کرو۔ یہ حجاب تمھارے قلوب کیلئے بہتر اور پاک تر ہے اور امہات المومنین کے لئے بھی۔ تمھیں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینی جائز نہیں ہے۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ آپکے انتقال کے بعد آپکی بی بیوں سے نکاح کرو۔ آپکی ایذا اللہ تعالے کے پاس بڑا گناہ ہے۔ اس آیت میں ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم فرمایا کیونکہ ہر آدمی مرد ہو یا عورت جب ایک دوسرے کو نہ دیکھے تو دل میں کسیطرح کا خیال نہیں آتا اسی لئے فرمایا کہ یہ قلوب کیلئے پاکیزہ تر ہے۔ جب ازواجِ مطہرات کیلئے یہ تاکید ہوئی تو عام عورتیں بطریق اولے اسکے مستحق ہیں کیونکہ کہاں انکے قلوب مکدر اور کہاں اُن کے قلوب مطہر۔ بلا خلاف یہ حکم عام ہے حضرت رسول[3] اللہ صلی اللہ

---

[1] ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس سے طفیلی کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ [2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی کی دعوت کرے خواہ وہ دعوتِ ولیمہ ہو یا دوسری دعوت وہ اُسے قبول کرے۔ (ابن کثیر از صحیح مسلم) [3] بخاری و ابو داؤد و ترمذی و ابن عباس رضی اللہ عنہما ۱۲

علیہ وسلم نے مخنثوں کو اور اُن عورتوں کو جو مردوں سے مشابہت پیدا کرتی ہیں لعنت
کی ہے۔ جب آپ نے عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا کہ عورتیں ہاتھ کو
مہندی لگائیں اور سر نہ مونڈھوائیں۔ اور مردوں کی طرح جوتی نہ پہنیں۔ تو آپ
یہ کب پسند فرمائیں گے کہ عورتیں مردوں کے صفات و اعمال میں شرکت پیدا کریں
اور ان کے ساتھ شریک رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو گروہ ہیں
کہ دوزخی ہوں گے انھیں میں نے نہیں دیکھا۔ ایک وہ گروہ کہ جس کے پاس کوڑے
گائے کی دم کے مانند ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے (دوسرا گروہ) وہ
عورتیں کہ پہنی ہوئی ننگی ہونگی (یعنے بعض جسم ڈھانپیں گی اور بعض کھلا رکھیں گی یا
یہ کہ ایسا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے جسم نظر آئیگا۔ یہ ظاہرا تو پہنے ہوئے ہونگی اور
حقیقت میں ننگی ہونگی) ایسی عورتیں جنت میں داخل نہ ہونگی۔ مختصراً۔ اور اس
آیت میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا حکم حیات اور
انتقال کے بعد یکساں فرمایا اور اس وعید میں مبالغہ کرکے فرماتا ہے کہ اللہ تعالےٰ پر
ظاہر و پوشیدہ کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ بعد حجاب
محارم کو مستثنےٰ فرماتا ہے۔ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ

لہ مسلم از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

رکوع ۲ ... ۵۵

وَلَاۤ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ ۚ

وَاتَّقِیْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ۝ ان عورتوں پر کچھ گناہ نہیں

کہ اپنے باپوں کے سامنے (پردہ نہ کریں) اور نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں[1] کے اور

نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں[2] کے اور نہ اپنے مملوکوں کے

سامنے اور تم اللہ سے ڈرتی رہو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ اس آیت کی تفسیر سورۂ نور

میں پوری طور سے گذر چکی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ پھر تعظیم و تکریم نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی اسطرح تکمیل فرماتا ہے کہ جب آپ ملأ اعلیٰ میں محترم ہیں تو ملأ ادنے میں بھی جیسے الاکرام وا

ہیں جسطرح فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ بیشک اللہ اور اوسکے فرشتے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں

اے ایمان والو تم بھی اپر صلوٰۃ بھیجو اور بہت سلام پڑہو۔ کعب[3] بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے

---

[1] بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک ہی ماں باپ سے ہوں (۲) ماں ایک باپ دو ہوں۔ ماں دو باپ ایک ہو۔ [2] اپنی عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جو ایمان لائی ہیں۔ کافرہ عورتیں بمنزل مردوں کے ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ گھر میں کام کاج کے وقت جس قدر بدن کھلتا ہو اگر اسکو کافرہ عورت دیکھے تو کچھہ مضایقہ نہیں۔ افسوس ہے کہ آجکل کی نئی تہذیب مسلمان قابلہ کو ناقابل ٹہیرا کر نصرانی عورتوں ہی کو اپنا ستر دیکھلانیکے قابل سمجھتی ہے۔ انگا زچگی خانہ ہی انکی جان بخشی کا ذریعہ ہے یہ سب باتیں اللہ پر بہروسہ کم ہونیسے ہوتی ہیں۔ [3] ابن کثیر از صحاح ستہ و امام احمد۔ ۱۲

روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم ہو گیا مگر ہم آپ پر صلوٰۃ کسطرح بھیجیں آپنے فرمایا اسطرح کہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سنا کہ اُس نے خدا کی تمجید نہیں کی اور آپ پر درود شریف بھی نہیں پڑہا۔ آپ نے فرمایا کہ اُس شخص نے جلدی کی۔ پھر اُس شخص کو بلا کر اُس سے فرمایا یا کسی دوسرے کو خطاب کیا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑہکر تو چاہئے کہ پہلے خدا کی تمجید و ثنا بیان کرے پھر نبی پر درود پڑہکر جو کچھ چاہے دعا کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس نے مجھپر درود بھیجا جبتک کہ وہ مجھپر درود بھیجتا ہے فرشتے بھی اُسپر برابر درود بھیجتے ہیں۔ پس آدمی اسمیں سے کم لے یا زیادہ لے۔

لہ اس کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلٰے آلہٖ وسلم نے انھیں تشہد میں سکھلا دیا تھا کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پڑہا کریں (ابن کثیر) ٢ ابن کثیر از امام احمد و ابوداؤد و نسائی وابن خزیمہ وابن حبان و ترمذی وقال حدیث صحیح اور ترمذی نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ دعا آسمان و زمین کے درمیان میں رہتی ہے۔ چڑہتی نہیں۔ یہاں تک کہ تو اپنے نبی پر درود پڑہے (ابن کثیر) پھر ابن کثیر نے ایک حدیث اسیطرح مرفوع بھی ذکر کی ٣ ابن کثیر از امام احمد و ابن ماجہ ٤ جملۂ اخیر کا مطلب یہ ہو کہ کم لینا بیوقوفی ہے کیونکہ جب اسکی یہ فضیلت معلوم ہو گئی تو آئندہ کسی کو ایسا وظیفہ نہیں ملیگا جسمیں ملائکہ اسپر درود بھیجیں ۔ ۱۲

آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا
جو مجھ پر درود سب سے زیادہ بھیجتا ہے۔ ابی[2] بن کعب نے کہا کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ
میں آپ پر کسقدر درود بھیجوں ربع یا نصف یا دوثلث۔ آپنے فرمایا اور زیادہ کر کہ یہ تیرے لئے
بہتر ہے۔ پھر میں نے کہا کہ اپنا سارا وقت درود کے لئے کردیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا کیا تو
تیرے غم دور کئے جائیں گے اور گناہ بخش دئے جائیں گے۔ عبدالرحمن[3] بن عوف رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلکر چلے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپ ایک
نخلستان میں داخل ہوکر ایک سجدہ کیا یہ سجدہ اسقدر دراز تھا کہ مجھے خوف ہوا کہ شاید
اللہ تعالٰے نے آپکو وفات دیکر اٹھالیا۔ میں قریب آکر دیکھنے لگا۔ آپنے سر اٹھاکر فرمایا کہ
ای عبدالرحمن تجھے کیا ہوا۔ میں نے یہ حال آپ سے عرض کیا۔ آپنے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام
نے اگر مجھ سے کہا کہ میں آپکو خوشخبری سناتا ہوں کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ جو شخص آپ پر درود
بھیجتا ہے میں بھی اسپر درود بھیجتا ہوں۔ اور جو شخص آپ پر سلام بھیجتا ہے میں بھی اسپر
سلام بھیجتا ہوں۔ اس لئے میں نے اللہ تعالٰے کے لئے سجدۂ شکر کیا۔ ابو طلحہ[4] رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپکے چہرۂ مبارک سے
سرور ٹپکتا تھا۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہم آپکے چہرے پر سرور دیکھتے ہیں۔ آپ نے

۱ ابن کثیر از ترمذی ۲ ترمذی۔ ۳ ابن کثیر از امام احمد۔ ۴ ابن کثیر۔ از نسائی

فرمایا ہاں میرے پاس فرشتے نے آکر کہا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ اس سے راضی ہوئے کہ آپکا رب عزوجل فرماتا ہے کہ آپکی امت میں سے جو کوئی آپ پر ایک بار درود بھیجیگا میں اسپر دس بار درود بھیجونگا۔ میں نے کہا ہاں میں راضی ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھپر ایک بار درود بھیجتا ہے اسپر اللہ تعالے دس بار درود بھیجتا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ افضل یہ ہے کہ طرق احادیث مذکورہ کے درمیان جمع کرلے اسلئے کہ اگر وہ حدیثیں صحت کو پہنچی ہیں اور سب الفاظ واردہ کو اسطرح درود میں لے آئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لینے اور سننے کے وقت ہر بار درود پڑھنا بعض علما کے پاس واجب ہے

له امام احمد نے اسکو دوسرے طریق سے روایت کیا ہے اور اسمیں اسطرح آیا ہے کہ میرے رب عزوجل کیطرف سے ایک آنیوالے نے آکر کہا کہ آپکی امت میں سے جس نے آپ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالے اسکے لئے دس نیکیاں لکھتا ہے اور اسکی دس برائیاں مٹا دیتا ہے۔ اور اسکے دس درجے بلند فرماتا ہے اور دس بار درود اسپر بھیجتا ہے (ابن کثیر)

سله ابن کثیر از مسلم و ابوداود و نسائی و ترمذی سله حدیث شریف میں ہے کہ اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔ رواہ امام احمد و الترمذی۔ والنسائی و ابن حبان و الحاکم ۱۲

مگر اکثر کا یہ قول ہے کہ ایک بار واجب ہے اور بار بار سنت۔ اسیطرح آپ کا نام پاک لکھتے وقت[لہ] بھی ہر وقت درود شریف لکھنا مستحب ہے۔ اگر لکھنا نہ ہو سکے تو منہ سے بول لیا کرے۔ غیر انبیاء پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے میں اختلاف ہے[ٹہ] جمہور اسے مکروہ سمجھتے ہیں بعض عرفاء نے لکھا ہے کہ

لہ اس مسئلہ میں اس عاصی کا ایک خاص فتوے تحفۂ فاروقیہ نام مطبوع ہو چکا ہے۔ ٹہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ انبیاء کے سوائے دوسروں پر درود بھیجنا انکو انبیاء کے تابع بنا کر بالاجماع جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اللھم صل علی محمد وآلہ وازواجہ وذریتہ۔ چنانچہ یہ صیغہ پہلے مذکور ہو چکا ہے اور غیر انبیاء پر بدون انبیاء کے تابع بنائے درود بھیجنے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ جائز ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ الآیہ وبقولہ تعالیٰ اولئک علیھم صلوات من ربھم وبقولہ تعالیٰ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم وبدلیل حدیث عبداللہ بن ابی اوفی کہ انھوں نے کہا ہے کہ جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنے صدقات (زکوٰۃ) لاتا تو آپ فرماتے اللھم صل علیھم پھر میرا باپ صدقہ لایا تو آپنے فرمایا اللھم صل علی آل ابی اوفی (صحیحین) جمہور علماء نے کہا ہے کہ سوائے انبیاء کے تنہا کسی پر درود جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نام لینے کے وقت خاص انبیاء ہی پر درود بھیجنے کا شعار ہو گیا ہے۔ دوسرے کو ان کے ساتھ لاحق نہیں کر سکتے قال ابوبکر صلی اللہ علیہ یا قال علی صلی اللہ علیہ نہیں کہا جاتا۔ اگرچہ یہ معنی کی رو سے صحیح ہے جیسا کہ قال محمد عزوجل نہیں کہا جاتا اگرچہ معنی کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزیز وجلیل ہیں یہ اس لئے نہیں کہا جاتا کہ عزوجل کہنے کا شعار اللہ کے ذکر کے ساتھ خاص ہو گیا ہے اور جو کچھ اس بارے میں آیات واحادیث وارد ہیں ان کو دعا کے معنی پر محمول کرتے ہیں اسی لئے آل ابی اوفی کے واسطے درود کا شعار نہیں جاری ہوا۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہی مسلک اچھا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ غیر انبیاء پر درود جائز ہی نہیں ہے کیونکہ یہ بدعتیوں کا شعار ہو گیا ہے کہ جس شخص سے کچھ اعتقاد ہوتا ہے اسپر درود بھیجا کرتے ہیں۔ انکا طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ سلام بھیجنے کا حال بھی اسیطرح ہے ۱۲

درود شریف پڑھتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تصور کرے تاکہ رابطہ قلبی روز بروز ترقی کرتا جائے۔ جامی ۵

گرچہ صد مرحلہ دور است زپیش نظرم	وَجْهُهٗ فِیْ نَظَرِیْ کُلَّ غَدَاۃٍ وَّعَشِیْ

تصور کرنے کے لئے حلیہ شریف کا یاد رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے یہاں حلیہ شریف جس کا ماخذ حاشیہ میں ہی بیان کیا جاتا ہے۔ رسول[۱] اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اجمل ترین مردم دور سے تھے۔ اور شیرین و خوبترین مردم قریب سے تھے۔ آپکی خوبصورتی[۲] و نظافت ظاہر تھی۔ جب[۳] خاموش رہتے تو آپ پروقار رہتا۔ جب بات کرتے تو خوبی زیادہ ہو جاتی[۴]۔ جس نے آپ کو اول بار دیکھا وہ ہیبت زدہ ہوا اور جس نے میل جول کیا آپ کو دوست رکھا۔ آپ[۵] درخشندہ تھے۔ آپ کا رنگ روشن تھا۔ نہ بہت[۶] سفید رنگ تھے نہ گندم گوں۔ نمکین[۷] صورت تھے۔ آپکی[۸] سفیدی سرخی آمیز تھی۔ گویا[۹] کہ سونے کا پانی آپکے صفحہ رخسار پر جاری ہے۔ بجز[۱۰] دلباس کے وقت انور تھے۔ آپ[۱۱] سورج کے سامنے کبھی کھڑے نہ ہوئے مگر[۱۲] آپکی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آئی۔ آپکا[۱۳] سایہ نہ تھا۔ سر[۱۴] مبارک بڑا تھا۔ بال[۱۵] اچھے

له شفا شریف۔ ٢ه شمایل ترمذی۔ ٣ه مواہب لدنیہ ٤ه شمایل ترمذی ٥ه مسلم ٦ه مسلم ٧ه مسلم ٨ه طبقات واقدی۔ ٩ه نہایہ ابن الاثیر ١٠ه شمایل ترمذی ١١ه سبل الہدے۔ ١٢ه خصایص کبرے ١٣ه ؎ پیغمبر ما نداشت سایہ ÷ تا شک بدل یقین نیفتد ÷ یعنے آنکس کہ پیرو اوست ÷ پیداست کہ بر زمیں نیفتد ÷ ١٤ه بخاری ١٥ه سبل الہدے ۱۲۔

اور نہایت سیاہ تھے[۱] سر کے بال کثرت سے تھے[۲]۔ نہ مرغول پیچدار تھے۔ نہ فروہشتہ بلکہ جعد و سبط کے درمیان تھے۔ اگر موئے[۳] سر مبارک کے دو حصے کئے جاتے تو ہوجاتے۔ ورنہ موئے مبارک نرمہ گوش سے تجاوز نہ کرتے جبکہ فراہم ہوتے۔ ایک[۴] روایت میں یوں ہے کہ موئے مبارک سر دو دوش تک پہونچتے تھے[۵]۔ کبھی آپ موئے مبارک کے چار گیسو کر لیتے۔ گوشِ مبارک دو گیسو کے درمیان سے باہر نکلتے۔ کبھی موئے مبارک کو دونوں کانوں پر ڈالدیتے اسوقت صفحہ گردن نمایاں و درخشاں ہوجاتا[۶]۔ پہلے سدل یعنی ارسالِ موئے سر فرماتے تھے پھر مانگ نکالنے لگے[۷]۔ سر مبارک میں سفید بال گنتی کے تھے[۸] مانگ میں جب تیل لگاتے تو تیل انھیں چھپا دیتا[۹]۔ پیشانیِ شریف کشادہ تھی[۱۰]۔ صاف چمکتی تھی[۱۱]۔ ابروے[۱۲] شریف باریک و دراز و کمانی تھیں[۱۳]۔ دور سے ملی ہوی نظر آتی تھیں حقیقت میں ملی ہوی نہ تھیں۔ دونوں ابرو کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت اُبھر آتی تھی[۱۴]۔ دونوں کان کامل اور پورے تھے[۱۵]۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں[۱۶] سفیدی میں

---

۱ منتخب جمع الجوامع ۲ سبل الہدی ۳ شمایل ترمذی ۴ شمایل ترمذی ۵ مسلم ۶ احیاء العلوم ۷ بخاری ۸ روایت بالمعنی از شمایل ترمذی ۹ شمایل ترمذی ۱۰ روایت بالمعنی از طبقات واقدی ۱۱

تلحی مثل مصباح الدجی المتوقد	متی یبد فی اللیل البہیم جبینہ

۱۲ شمایل ترمذی ۱۳ ہ مقوس دونوں ابروئے مقدس ۔۔ مقدس دونوں ابروی مقوس ۱۴ طبقاتِ واقدی ۱۵ طبقاتِ واقدی ۱۶ تحفۃ المحافل ۱۲

باریک سرخ رگیں تھیں۔ آنکھیں[۱] خوب سفید و سیاہ تھیں[۲]۔ سرگیلی تھیں[۳]۔ آپ سرگیں چشم تھے[۴]۔ پلکیں بہت اور لمبی تھیں[۵]۔ سر بینی مبارک باریک تھا[۶]۔ بینی مبارک دراز تھی[۷]۔ اس پر ایک بلند نور تھا[۸]۔ جو کوئی تامل نکرتا وہ یہ سمجھتا کہ بینی مبارک بہت اونچی ہے۔ حالانکہ بہت اونچی نہ تھی[۹]۔ دونوں رخسارے نرم و ہموار تھے[۱۰]۔ دونوں گال کشادہ و درخشندہ تھے[۱۱]۔ دونوں لب نہایت ہی خوشنما تھے[۱۲]۔ دہانِ مبارک کشادہ[۱۳]۔ بہت ہی خوشنما[۱۴]۔ پاکیزہ بو تھا[۱۵]۔ آپ کے تھوک کی بو خالص مشک کی بو کے مانند تھی[۱۶]۔ دندانِ شریف آبدار تھے[۱۷]۔ سامنے کے چار دانت خوب چمکدار تھے[۱۸]۔ بمثل دانۂ ریزۂ ژالہ کے ظاہر ہوتے تھے[۱۹]۔ سامنے کے دو دانت کشادہ تھے[۲۰]۔ اور چار دانت میانہ۔ گویا دندانِ پیشیں کے درمیان سے نور باہر آتا ہے[۲۱]۔ جب ہنستے تو در و دیوار پر برق و لمعان نمایاں ہوتا[۲۲]۔ آوازِ خوش میں بہترین مردم تھے[۲۳]۔ کسیقدر آواز کو دراز فرماتے تھے[۲۴]۔ بلند آواز و خوش گفتگو تھے[۲۵]۔ آپکی آواز وہاں تک پہنچتی جہاں تک غیر کی آواز نہیں پہنچتی[۲۶]۔ صدق اللہجہ یعنے فصیح زبان تھے[۲۷]۔ بات کھلی اور

مژگان مبارک۔ بینی مبارک۔ رخسار مبارک۔ لب و دہن مبارک۔ دندان مبارک۔ آواز مبارک

۱ـ مواہب لدنیہ ۲ـ شفا ۳ـ طبقات واقدی ۴ـ شمایل ترمذی ۵ـ شمایل ترمذی ۶ـ منتخب جمع الجوامع ۷ـ شمایل ترمذی ۸ـ سبل الہدی ۹ـ شمایل ترمذی ۱۰ـ نہایہ ابن الاثیر ۱۱ـ روایت بالمعنی از مواہب لدنیہ ۱۲ـ مسلم ۱۳ـ روایت بالمعنی از طبقات واقدی ۱۴ـ روایت بالمعنی از سبل الہدی ۱۵ـ صراط سوی للشیخ محمود الشیخانی ۱۶ـ شفا ۱۷ـ سبل الہدی ۱۸ـ شمایل ترمذی ۱۹ـ شمایل ترمذی ۲۰ـ سبل الہدی ۲۱ـ شمایل ترمذی ۲۲ـ شفا ۲۳ـ احیاء العلوم ۲۴ـ طبقات واقدی ۲۵ـ احیاء العلوم ۲۶ـ روایت بالمعنی از طبقات واقدی ۲۷ـ مواہب لدنیہ ۲۸ـ شفا ۲۹ـ مواہب لدنیہ ۱۲

صاف کرتے تھے۔ ریشِ شریف انبوہ تھی۔ بہت خوشنما۔ ریشِ مبارک نے عارض کو پُر
کر لیا تھا یہاں تک قریب تھا کہ سینہ کو بھی پُر کر لے۔ ریشِ مبارک نہایت ہی سیاہ تھی
موچھیں خوشنما تھیں۔ آپکا بڑا یا بیس بال کے قریب تھا سفید بال نہ تھے۔ مگر عنفقہ یعنے
ریش بچہ اور گوشِ مبارک کے درمیان اور کچھ سر میں۔ ریشِ شریف سفیدی میں بہ نسبت
سر کے زیادہ تھی۔ چہرۂ مبارک ایسا درخشاں تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔ جب آپ
خوش ہوتے تو چہرۂ مبارک آئینہ کی طرح ہوتا کہ دیواروں کا عکس اسمیں نظر آتا۔ گویا کہ
روئے مبارک میں آفتاب سیر کرتا ہے۔ انوارِ صباحت کی شدت سے اگر شبِ تاریک
میں سوئی نظر آتی تھی۔ چہرۂ مبارک نہ بہت لنبا تھا اور نہ گول۔ مگر کسیقدر تدویر
چہرۂ مبارک میں پائی جاتی تھی۔ گردن میں اونچائی تھی۔ مگر طویل ہو کوتاہ نہ تھی
صفائی میں گردنِ مبارک گویا ہاتھی دانت کی گردن تھی۔ ایسا نظر آتا تھا کہ جیسے
گردن میں سونا بہتا ہے۔ دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ دونوں بازو

ل شمایل ترمذی ٢ روایت بالمعنی از طبقات واقدی۔ ٣ روایت بالمعنی از طبقاتِ واقدی۔
٤ روایت بالمعنی از طبقاتِ واقدی ٥ سبل الہدی ٦ روایت بالمعنی از شمایل ترمذی ٧
سلم ٨ طبقاتِ واقدی ٩ شمایلِ ترمذی ١٠ نہایۂ ابن الاثیر ١١ شفا ١٢ صراط سوی للشیخ
محمود الشیخانی ١٣ شمایلِ ترمذی ١٤ مواہب لدنیہ ١٥ احیاء العلوم ١٦ شمایل ترمذی ١٧ منتخب
جمع الجوامع ١٨ بخاری ١٩ روایت موقوف ۱۲

بزرگ تھے۔ دونوں شانے بھی بزرگ تھے۔ سرہائے استخوان مفاصل اور استخوان میانِ
شانہ و پشت بزرگ تھے۔ ہڈیاں قوی و زبردست تھیں۔ جب نماز پڑھتے تو مابین دو
دست کو کشادہ رکھتے یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آتی۔ دوسری روایت میں
ہے کہ پس پشت سے بغل شریف کی سرخی و سفیدی نظر آتی۔ آپکی بغل کے پسینے کی بو
جیسے مشک کی خوشبو۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ کبک دری کے
انڈے کے مانند۔ وہ مہر مشابہ جسد تھی یعنی رنگت میں۔ اعلائے شانہ چپ کے نزدیک
بہ ہیئت مشت تھی جس پر تل تھے جیسے مسے یعنی بقدر دانہ نخود یا اس سے کمتر۔ اسکے گرد
گھنے بال تھے۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے مہر نبوت کو اپنے دہن میں نوالہ کیطرح لیا مجھے
مشک کی خوشبو آنے لگی۔ آپکی پشت کشادہ تھی۔ گویا کہ چاندی سے ڈھالی گئی ہے۔
سینہ مبارک چوڑا تھا۔ شکم شریف سینے کے برابر تھا یعنی توند نہیں تھا۔ سینے اور ناف کے
درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ ہر دو پستان مع شکم بالوں سے خالی تھیں
دونوں ہاتھوں اور شانوں اور بالائے سینے پر بال یعنی روئیں تھے۔ آپکے بازو قوی
تھے۔ پنجے دراز تھے۔ دونوں ہاتھ پُر گوشت تھے۔ ہتھیلیاں فراخ تھیں۔

١ روایت بالمعنی از طبقات واقدی ٢ شمائل ترمذی ٣ شفا ٤ بخاری ٥ سبل الہدیٰ ٦ مسلم ٧ مسلم
٨ مسلم ٩ مسلم ١٠ مسلم ١١ خصائص کبریٰ ١٢ احیاء العلوم ١٣ سبل الہدیٰ ١٤ شمائل ترمذی ١٥ شمائل
ترمذی ١٦ شفا ١٧ شمائل ترمذی ١٨ بخاری ١٩ شمائل ترمذی - ١٢

بغل مبارک - پسینہ مبارک - مہر نبوت - پشت مبارک - سینہ و شکم مبارک - بازو و دست مبارک

کف[1] دست سب لوگوں کے کف دست سے بہت ہی نرم تھے۔ ہتیلیاں[2] پر گوشت تھیں۔ انگشتان[3] مبارک پر گوشت و دراز تھیں۔ گویا[4] کہ آپکی انگلیاں چاندی کی شاخیں تھیں۔ حضرت[5] جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گال پر ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپکے ہاتھ کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی گویا کہ ابھی اسے طبلہ عطار سے نکالا ہے آپکی[6] پنڈلیوں میں باریکی تھی۔ گویا[7] کہ ساق مبارک کھجور کا گابھا تھی۔ قدم[8] میں نیکو ترین مردم تھے۔ آپکے[9] دونوں قدم سطبر۔[10] اور خوب پر گوشت۔ فراخ[11] تھے۔ پاؤں[12] کی انگلیاں پر گوشت اور دراز تھیں۔[13] پاؤں کے تلوے زمین سے اونچے تھے پشت پا نرم اور ہموار تھی ان دونوں سے پانی گزر جاتا تھا۔ مبارک[14] ایڑی دراز۔[15] کم گوشت تھی۔ انگوٹھے[16] کے پاس کی انگلی انگوٹھے سے دراز تھی۔ آپ معتدل[17] اندام تھے۔ مگر[18] سب سے اونچے نظر آتے تھے۔ اگر دو بلند قد آدمی آپکے دو طرف کھڑے رہتے تو آپ ہی دراز قد نظر آتے اور جب وہ ہٹ جاتے تو پھر آپ میانہ قد معلوم ہوتے۔ جب[19] بیٹھتے تو شانہ مبارک سب بیٹھنے والوں سے بلند نظر آتا۔ غرض قیام و قعود میں سب سے ارفع و اعلےٰ نظر آتے اگرچہ آپ طویل نہ تھے[20]

[1] منتخب الجوامع [2] بخاری [3] روایت بالمعنی از طبقات واقدی [4] شمایل ترمذی [5] سبل الہدےٰ [6] مسلم [7] منتخب جمع الجوامع [8] سبل الہدےٰ [9] طبقات واقدی [10] بخاری [11] روایت بالمعنی از بخاری [12] روایت بالمعنی از شفا [13] طبقات واقدی [14] شمایل ترمذی [15] سبل الہدےٰ [16] روایت بالمعنی از مسلم [17] سبل الہدےٰ [18] شمایل ترمذی [19] سبل الہدےٰ [20] احیاء العلوم۔

بلکہ سارے اجزا نہایت اعتدال پر تھے۔ فربہی میں معتدل تھے۔ آخر عمر میں تناور ہو گئے تھے۔ آپکا گوشت متماسک یعنی باہم پیوستہ تھا۔ درازی عمر کے باعث آپکا گوشت ڈھیلا نہیں پڑا تھا۔ قد و قامت میں خوبترین مردم تھے۔ خوبصورت بدن تھی۔ صفائی میں مثل آئینے کے تھے اور سفیدی میں مثل چاند کے۔ چہرۂ مبارک کا پوست نہایت ہی نازک۔ اور لطیف یعنی باطراوت و لطافت تھے۔ پسینا آپ کو بہت آتا تھا۔ پسینا چہرۂ مبارک پر گوہر آبدار کے مانند نظر آتا تھا۔ آپکی بو مشکِ خالص سے زیادہ پاکیزہ تھی۔ آپکا کفِ دست گویا عطار کا کفِ دست تھا۔ ہاتھ میں خوشبو ملیں یا نہ ملیں اگر کوئی شخص آپ سے مصافحہ کرتا تو تمام دن دستِ مبارک کی خوشبو پاتا۔ آپ کسی لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھتے تو وہ لڑکا بسبب اوس خوشبو کے اور لڑکوں میں پہچانا جاتا۔ معراج سے آنے بعد آپکی خوشبو عروس کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ تھی۔ آپ اگر کسی راستے سے گذرتے تو بسبب خوشبو کے لوگ پہچان لیتے کہ آپکا گذر اس راستے سے ہوا ہے۔ آپکا وصف کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپ کے اول اور بعد جمال و کمال میں آپ کے مانند کسی کو نہیں دیکھا۔

لہ منتخب جمع الجوامع ۲ے ٹھہر گئے وہ جہاں سروِ باغ تھے گویا۔ اگر چلے تو نسیم بہار ہو کے چلے ۳ے منتخب جمع الجوامع ۴ے احیاء العلوم ۵ے سبل الہدیٰ ۶ے احیاء العلوم ۷ے مسلم ۸ے منتخب جمع الجوامع ۹ے سبل الہدے ۱۰ے شفا ۱۱ے سبل الہدے۔ ۱۲ ۱۲ے سبل الہدے۔ ۱۳ے شمایل ترمذی۔ ۱۲

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ بقدر حسنہ وجمالہ۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے
آپکے حسن وجمال ظاہری وباطنی کی نسبت کیا اچھا کہا ہے۔ ۵

[1] وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ	وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً عَنْ کُلِّ عَیْبٍ	کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

بعد احترام نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکی ایذا سے منع فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ
وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا۔ ۵ بیشک جو
لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے انپر دنیا وآخرت میں لعنت کی ہے
اور اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ آیت ہر ایسے شخص کے حق میں ہے کہ جس نے
کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی۔ یا آپکی شان میں کسی طرح کا عیب لگایا۔ یا
نقص بیان کیا وہ موذی ملعون ہے۔ اُس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا دی۔ جسطرح طاعت کی
نسبت ہے کہ جس نے آپکی طاعت کی اُس نے اللہ تعالےٰ کی طاعت کی۔ حضرت قاضی عیاض
[2] شفا میں فرماتے ہیں کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا نسب کو یا دین میں عیب

[1] میری آنکھ نے آپ سے خوبصورت کبھی نہیں دیکھا عورتوں نے آپسے زیادہ حسین نہیں جنا۔ آپ تمام عیبوں سے
پاک پیدا ہوئے۔ گویا کہ آپ اپنی مرضی کے موافق پیدا ہوئے۔ خلیق ۵

ہوئے ویسے ہی پیدا جس طرح منظور تھا انکو	وہ اپنا حسن عالی خارج تقریر رکھتے ہیں

[2] صفحہ ۲۰۶ مطبوعہ مصر نخبی خرد ملخص ۱۲

لگایا یا آپکی کسی خصلت میں نقص بیان کیا گو کنایۃً ہی ہو۔ یا بطور برائی آپکو کسی چیز سے تشبیہ دی۔ یا آپکی شان کو گھٹایا۔ یا آپ کی طرف بطور مذمت ایسی چیز منسوب کی جو آپ کے منصب کے لائق نہ تھی۔ یا اُن تکلیفوں اور مصیبتوں پر جو پیش آئیں۔ یا اُن جائز عوارض بشریہ پر جو آپ پر گذرے عیب لگایا تو ایسا شخص قتل کیا جائے۔ ان ساری باتوں پر علما کا اجماع اور ائمہ کا فتوائے زمانۂ صحابہ سے اس زمانے تک ہے۔ اور جس نے اسکے کفر و عذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی نبی کو برا کہا اسے مار ڈالو۔ اور جس نے میرے اصحاب کو برا کہا اسے مارو" اور اس برا کہنے والے سے توبہ نہ طلب کیجائے بلکہ وہ قتل کر دیا جائے خواہ مسلم ہو یا کافر۔ **بعد وعید** ایذائے نبی صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے متبعین کی ایذا سے ڈراتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ اور جو لوگ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر اسکے کہ انہوں نے (برا کام) کیا ہو تو البتہ انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ **بعد ذکر بہتان** موضع بہتان سے بچنے کے لئے حجاب کا حکم فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ اے نبی اپنی بی بیوں اور

موذی رسول کو قتل کرنا [illegible]

بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہدو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں ڈال لیں یہ

(جسم کا چھپانا) اس بات سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو ایذا نہ دی جائیں

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ چادر اوڑھنے کا یہ بھی ایک فائدہ ہے کہ جاہلیت کی عورتوں

اور باندیوں سے امتیاز ہو جائے۔ جلباب[۱] اُس چادر کو کہتے ہیں جسے اوڑھنی پر سے اوڑھتے

ہیں۔ ابن عباس[۲] رضی اللہ عنہما نے کہا کہ "اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کی عورتوں کو

حکم دیا ہے کہ جب کسی کام کیلئے باہر جائیں تو اپنے سروں پر چادریں ڈال کر اپنے بال اور

چہرے کو ڈھانپیں صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں"[۳] حاصل یہ کہ جب ان عورتوں نے چادریں

اوڑھ لیں جس سے تمام جسم چھپ گیا تو یہ وضع شناخت کیلئے اقرب ہے۔ سب لوگ پہچان لینگے

[۱] یہی قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وعبیدۃ السلمانی وحسن بصری وسعید بن جبیر وابراہیم نخعی و عطاء خراسانی وغیرہم سے منقول ہے (ابن کثیر۔) [۲] ابن کثیر از علی بن ابی طلحہ [۳] محمد بن سیرین نے عبیدۃ السلمانی سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انھوں نے چادر سے اپنا سر اور چہرہ ڈھانکر بائیں آنکھ کھلی رکھی۔ اسی کے مانند عکرمہ سے بھی روایت ہے اور ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب آیت شریف یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ نازل ہوئی تو انصار کی عورتیں سیاہ کملیاں پہنکر نکلیں جنھیں وہ اوڑھا کرتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر سکینت و وقار کے سیاہ کوے بیٹھے ہیں۔ (ابن کثیر) یونس بن یزید نے کہا کہ ہم نے زہری رحمۃ اللہ سے دریافت کیا کہ باندی بھی اوڑھنی اوڑھیگی خواہ شوہر دار ہو یا نہو۔ آپنے فرمایا کہ اگر شوہر والی ہو تو اپنے اوپر اوڑھنی ڈال لے مگر اوپر چادر اوڑھنے سے منع کیجائیگی کیونکہ باندیوں کو آزاد عورتوں سے مشابہت پیدا کرنا مکروہ ہے۔ پھر آپنے یہی آیت پڑھی۔ (ابن کثیر از ابن ابی حاتم ۱۲۔

کہ یہ آزاد اور شریف عورتیں ہیں۔ اور لونڈیاں نہیں ہیں۔ کوئی شخص اپنے لونڈیوں کی طرح بات نہیں کریگا اور نہ کسی خدمتی کام کے لئے کہیگا حضرت سعدی نے عورتوں کی پردہ دری کی اسطرح مذمت کی ہے

چوزن راہِ بازار گیرد بزن	وگرنہ تو در خانہ بنشیں چوزن
زبیگانگاں چشم زن کور باد	چو بیروں شد از خانہ در گور باد

بعد حجاب منافقین و زناکاروں کو ڈراتا ہے۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۞ مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۞ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۞ اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں بری خبریں مشہور کرتے ہیں (نفاق و ایذا سے) باز نہ آئیں گے تو البتہ ہم تمہیں (اے نبی) ان پر مسلط کر دیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے ہمسایہ میں بہت ہی کم رہیں گے۔ پھٹکارے گئے۔ جہاں پائے جائیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور خوب قتل کئے جائیں گے۔ اللہ کی عادت ان لوگوں میں جو اس سے پہلے گذرے ہیں اور ہرگز تم عادتِ الٰہی میں تبدیل نہ پاؤ گے۔ پھر اللہ تعالیٰ

والمرجفون۔ الرجف الاضطراب الشدید۔ والارجاف ایقاع الرجفۃ اما بالفعل واما بالقول۔ (مفردات)

منزل ۵ ع ۲۶ رکوع ۲۶ ح ۸

ان آیتوں میں منافقوں کو اور اُن لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض[۱] ہے اور جو جھوٹی خبریں[۲] اڑاتے ہیں ڈراتا ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی ان بری خصلتوں سے باز آکر حق کی طرف متوجہ نہ ہوں گے تو اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہم تمھیں ان پر مسلط[۳] کر دیں گے اسوقت تمہیں بہت ہی کم لوگ مدینہ میں آپکے ہمسایہ میں رہیں گے اس حالت میں کہ وہ نہایت ہی ذلیل و مردود جہاں کہیں پائے جائیں گے گرفتار ہو کر قتل کئے جائیں گے۔ پہلے لوگوں میں بھی خدا کا یہی طریقہ جاری تھا کہ جب منافقین کفر و نفاق پر اڑے رہتے اور اس سے باز نہیں آتے تو مومنین ان پر غلبہ پا کر انھیں ذلیل و خوار کرتے۔ خدا کے اس طریقہ میں تبدل و تغیر نہیں ہوتا۔ بعد عذاب دنیوی تفصیل عذاب اخروی اور قیامت کا حال شروع فرمایا۔ یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ

سَعِيْرًا ۝ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ۚ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ

فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا

سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ

سَادَتنَا شامی ساداتنا زیادتی الف اور کسرہ تا کے۔

[۱] قال عکرمہ وغیرہم الزناۃ ھہنا (ابن کثیر) [۲] یعنی وہ منافق جو کہا کرتے ہیں کہ لشکر دشمن آیا ہے اور اسی قسم کی جھوٹی باتیں کہتے ہیں (ابن کثیر) [۳] قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس ای لنسلطنک علیہم وقال قتادۃ لنحرشنک بہم وقال السدی لنعلمنک بہم (ابن کثیر) الرسولا۔ السبیلا۔ نافع و شامی شعبہ وصل و وقف میں الف کے۔ اور مکی و حفص کسائی صرف وقف میں۔ اور بصری و حمزہ وصل و وقف میں بلا حذف الف کے۔ سادتنا۔ قال طاؤس یعنی الاشراف وکبراءنا۔

لعنًا كَبِيرًا ... اے پیغمبر لوگ تم سے قیامت (کی نسبت) کو پوچھتے ہیں۔ کہدو کہ بس اسکا
علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ تمھیں کیا معلوم ہے۔ شاید کہ قیامت نزدیک ہو۔ بیشک اللہ نے
کافروں پر لعنت کی ہے۔ اور ان کے لیئے دوزخ تیار کر رکھا ہے۔ وہ اسمیں مدام ہمیشہ
رہیں گے۔ نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ جس دن کہ ان کے چہرے
آگ میں الٹ پلٹ کیئے جائیں گے کہیں گے کہ ای کاش ہم اللہ کی اطاعت کیئے ہوتے
اور رسول کی فرمانبرداری کیئے ہوتے۔ اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے
اپنے سرداروں اور بڑونکی اطاعت کی ہے پس انھوں نے ہمیں گمراہ کردیا۔ ای ہمارے
پروردگار انھیں دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔ دونا عذاب اس لیئے کہ
ایک تو وہ خود گمراہ تھے۔ دوسرے ہمکو گمراہ کیا جب اللہ تعالے نے موذی رسول اللہ

كَبِيرًا۔ سوائے عاصم کے سب قراء اسکو ثائے مثلثہ کے ساتھ پڑھتے ہیں معنی ہیں بہت کے۔ ۱۲

(بقیہ صفحہ گذشتہ) یعنی العلماء (ابن کثیر از ابن ابی حاتم) لہ قیامت کے سائل تین قسم پر تھے (۱) جبریل
علیہ السلام کا سوال۔ تا لوگ آگاہ ہو جائیں کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے (۲) جذب شوق سے سوال
کرتے جسطرح ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کیا ہے۔ آپ نے
فرمایا کہ تو نے قیامت کے لیئے کیا (سامان) تیار کر رکھا ہے۔ اس نے عرض کی کہ میں نے تو نہ بڑی
نماز اور نہ بڑا روزہ تیار کیا۔ لیکن میں اللہ تعالے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہوں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اسی کے ساتھ رہتا ہے جسکو دوست رکھتا ہے اور تو جسکو محبوب رکھتا ہے اسی کے
ساتھ ہوگا۔ جب صحابہ نے یہ سنا تو تکبیر کہی اور نہایت خوش ہوئے۔ (صحیح مسلم وغیرہ) (۳) منکرین قیامت تھے
جو بطور ٹھٹھے کے پوچھتے تھے۔ اور اس آیت میں وہی مراد ہیں۔ جسکا جواب اللہ تعالے دیتا ہے۔ ۱۲

بیان سائلین قیامت

صلے اللہ علیہ وسلم کو مستحق لعنت و عذاب ٹھیرایا تو اب مسلمانوں کو ایذائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منع فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا اے ایمان والو تم اُن لوگوں کے مثل نہ ہو جاؤ جنھوں نے موسٰے کو ایذا دی پھر اللہ نے موسٰے کو ان کے قول سے بری کر دیا۔ اور وہ اللہ کے نزدیک صاحبِ وجاہت (و مرتبہ) تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نصیحت فرماتا ہے کہ تمھارا ایمان اس بات کا مقتضی ہے کہ تم سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی ایذا نہ دو۔ جسطرح بعضے لوگوں نے بنی اسرائیل میں سے موسٰی علیہ السلام کو ایذا دی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے موسٰے علیہ السلام کو اُن کے قول سے پاک و بری کیا۔

لہ موسٰے علیہ السلام کو مختلف طور پر ایذا دی گئی تھی۔ جن میں سے ایک قصہ یہ بھی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسٰے علیہ السلام شرمناک اور پردہ دار تھے۔ حیا کی وجہ ان کے جسم کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ بعض بنی اسرائیل نے انھیں ایذا دی اور اسطرح کہنے لگے کہ یہ جسم چھپانا ضرور کسی عیب جسمانی مثلاً برص یا فتق یا کسی اور مرض کے لئے ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ انھیں ان لوگوں کی بدگوئی سے پاک ظاہر فرمائے۔ ایک روز موسٰے علیہ السلام نہانے کے لئے تنہائی میں برہنہ ہوئے۔ اور اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھے جب نہا چکے تو کپڑے لینے کیلئے پتھر کی طرف گئے۔ پتھر کپڑے لیکر بھاگنے لگا۔ موسٰے علیہ السلام بھی اپنا عصا لیکر اسکے پیچھے دوڑتے تھے اور ثوبی حجر ثوبی حجر (پتھر میرے کپڑے دے) کہتے تھے یہاں تک کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے پاس پہنچے۔ انھوں نے موسٰے علیہ السلام کو برہنہ دیکھا کہ بہترین خلق خدا میں اور لوگ جو باتیں کہتے ہیں انسے بری ہیں۔ پتھر ٹھہر گیا موسٰے علیہ السلام اپنے کپڑے لیکر پہن لیتے اور پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے خدا کی قسم پتھر پر مار کی نشانیاں موجود ہیں۔ (ابن کثیر از بخاری) ۱۲

اور موسےٰ علیہ السلام اللہ کے پاس ذو وجاہت و صاحب مرتبہ تھے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا کہ آپ مستجاب الدعوت تھے۔ اور سلف میں سے دوسرے لوگوں نے کہا کہ جو
آپ نے سوال کیا اللہ نے پورا ہی کردیا۔ لیکن مشیت الٰہی سے رویت کی ممانعت ہوئی۔
جب موذیوں کی ایذا سے موسےٰ علیہ السلام کی وجاہت میں کچھ فرق نہ آیا۔ تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ وجاہت و مرتبے والے ہیں منافقوں کے اقوال سے
آپکو بھی کسی قسم کا عیب نہیں لگ سکتا ہے ع مہ فشاند نور وسگ عوعو کند۔ اور
اس سے توسل کا بھی ثبوت ہوتا ہے۔ کیونکہ غیر ذی جاہ کو صاحب جاہ کا توسل درکار ہے
تا جلد مقصد پورا ہو۔ اسی لئے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اِذَا سَاَلتُمُ اللہَ حَاجَةً فَاسْئَلُوہُ
بِیْ" اَللّٰھُمَّ بِجَاہِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَبِجَاہِ سَیِّدِ الْاَوْلِیَا کُن لَنَا کَمَا کُنتَ لَھُمَا۔ بعد منع ایذا تقویٰ کا
حکم فرماتا ہے کیونکہ مقتضی ایمان بھی ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَقُوْلُوْا
قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۭ وَمَنْ یُّطِعِ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ
فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو کہ اللہ تمہارے لئے
تمہارے کام درست کردیگا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخشدیگا۔ اور جس نے اللہ اور اسکے

سدیدا۔ سدید ماخوذ ہے تسدید السہم سے۔ یعنے تیر کو سیدھا کرنا تاکہ وہ نشانہ سے خطا نہ کرے۔ بس
قول سدید وہی ہے جو کارآمد ہو۔ بیکار نہ ہو۔ قال عکرمۃ القول السدید لا الٰہ الا اللہ وقال
غیرہ السدید الصدق وقال مجاھد ھو السداد والکل حق (ابن کثیر) ۱۲-

رسول کی اطاعت کی تو بیشک اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ یہ بھی اور درست
بات تقوے و اطاعت میں داخل تھی۔ مگر خاص طور سے اس لئے ذکر فرمایا کہ زبان کا
اثر تمام اعضا میں قوی تر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
صبح ہوتی ہے تمام اعضا زبان کی خوشامد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو اللہ سے ڈر تی
اگر تو مستقیم رہے گی تو ہم بھی مستقیم رہیں گے۔ اگر تو کج ہوی تو ہم بھی کج اور ٹیڑھے
ہو جائیں گے۔ چونکہ تقوے و اطاعت الٰہی اور زبان کی حفاظت مشکل کام تھے
اور مکلف اسکا انسان ہے۔ اس لئے اب اس تکلیف شرعیہ کی صعوبت و سختی کا ذکر
فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ
اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا ۙ
بیشک ہم نے امانت کو آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انھوں نے
اس (امانت) کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اُسے اٹھا لیا۔
بیشک وہ ظلوم و جہول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ امانت سے فرائض
ہیں جسے اللہ تعالےٰ نے آسمانوں پر زمین پر پہاڑوں پر پیش کیا کہ اگر تم اس امانت کو
ادا کروگے تو میں ثواب دونگا اور اگر ضایع کروگے عذاب کرونگا تو وہ اس سے جھجکے اور

لہ ترمذی ۲ ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم وغیرہ (در) ابن کثیر نے بھی اس کے ہم معنی بہت سی روایتیں
نقل کیں۔ ۱۲

ڈرے - انکار کیا - لیکن یہ انکار نافرمانی سے نہ تھا بلکہ تعظیمِ دینِ الٰہی کے باعث تھا
کہیں ایسا نہو کہ وہ ہم سے نہ اٹھے - پھر اللہ تعالےٰ نے اس امانت کو آدم علیہ السلام پر پیش کیا
تو انھوں نے اس امانت کو مع مافیہا کے قبول کیا اور اٹھالیا - بیشک وہ ظلوم و
جہول تھے یعنے اللہ کے حکم سے غفلت میں آگئے یعنے وہی جھاڑ سے کھالیا - اور اگر
انسان سے مراد جنسِ آدمی لیجے تو باعتبار اغلبیت کے کہ کافر و مشرک بہت ہیں ظلوم
و جہول فرمایا - یا یہ کہ شانِ انسان سے ظلم و جہل ہے - بعضے اسی حال پر رہے - اور
بعضوں نے ظلم و جہل کو ترک کیا - اور اوامر و نواہی کو خصوص امانات خلق کو جو
ودیعت رکھی جاتی ہیں پوری طور سے ادا کیا - ۵

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند	آسماں بار امانت نتوانست کشید

صوفیہ فرماتے ہیں کہ ظلوم و جہول یہ دونوں صفتیں مدح کی ہیں - مذمت کی نہیں[۲]

۱؎ یعنے ان کو بہ نسبتِ رغبتِ ثواب خوفِ معصیت زیادہ ہوا - ۲؎ اگرچہ قرآن مجید میں ظالم و جاہل مذمت میں مستعمل ہیں - اور ظلوم بڑا ظالم اور جہول بڑا نادان یہ بھی محل ذم میں مستعمل ہونا تھا لیکن قراین قویہ جو مذکور ہوتے ہیں مانع ہیں (۱) اطاعت کہ اپنی مولےٰ کی ودیعت فی الفور اٹھالی (۲) توکل کہ جس نے بار ڈالا ہے وہی مدد کریگا - بندے کو بندگی سے کام ہے (۳) کمالِ شوق - شاید اسی تکلیفات میں گوہرِ مقصد سے دامنِ امید پُر ہووے (۴) حمل جو بحالتِ اطلاق فردِ کامل کا مقتضی ہے - اور حملِ کامل حفظ و ادا کو شامل ہے - یہ سب امر مدح ہیں یا قدح - اور نظائر اس کے قرآن میں ہیں - حضرت خلیل کو فرمایا - جَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ - جدال اگرچہ بے ادبی ہے لیکن یہاں ناز غلامانہ

امام قشیری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ان اجرام پر امانت عرض کی۔ اور انسان پر فرض کی۔ وہاں عرض تھی انھوں نے انکار کیا۔ یہاں فرض تھی انھوں نے اٹھالیا۔ حضرت شیخ جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ آدم کی نظر خلد کے پیش کرنے پر تھی۔ اُس محبوب حقیقی کے فعل کی محبت نے امانت کا بوجھ بھلا دیا۔ مہربانی سے ارشادِ باری ہوا کہ تیری طرف سے اٹھالینا ہے اور میری طرف سے نگہبانی ہے۔ چونکہ تو نے خوشی سے میری امانت کا بوجھ اٹھالیا۔ میں نے بھی سب میں سے تجکو اٹھالیا۔ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ ؎

راہِ اورا بدو تواں پیمود ؎	بارِ اورا بدو تواں برداشت

خواجہ محمد پارسا کی تفسیر میں ہے کہ انھوں نے اپنی بے استعدادی کی وجہ سے اٹھانے سے انکار کیا۔ اور چونکہ انسان کو اس کے اٹھانے کی استعداد تھی۔ اس نے خوشی سے قبول کرلی۔ اور ظلوم یعنے اپنے نفس پر ظلم کرنیوالا ہے کہ اپنی ذات کو ہویتِ مطلقہ میں فنا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مراد ہے۔ حضرت یونس کو فرمایا ذَهَبَ مُغَاضِبًا۔ بندہ در رب اور غضب۔ حضرت آدم کو عاصی و غوی فرمایا۔ کیسی معصیت جسکا صلہ اجتبا تھا۔ جس طرح یہ تمام خطاب لطف و نوازش پر محمول ہیں ایسے ہی یہ ظلوم وجہول لہ تفسیر حسینی۔ ۲ مولوی جامی فرماتے ہیں ؎

غیر انساں کش نہ کرد قبول	زانکہ انساں ظلوم بود و جہول
ظلم او آنکہ ہستیِ خود را ؎	ساختہ فانی بقائے سر مدرا
جہلِ او آنکہ ہر چہ جز حق بود ؎	صورتت آں ز لوحِ دل بزدود
نیک ظلمے کہ عینِ معدلتست	نغز جہلے کہ مغزِ معرفتست

کرتا ہے۔ اور جہول یعنی نادان ہے کہ خدا کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا۔ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہکر ما سوا کی نفی کرتا ہے۔ لوامع میں ہے کہ جب آفتابِ امانت عرضِ الوہیت کے برج سے چمکا۔ آسمان بولا کہ مجھے بلندی کی صفت حاصل ہے۔ زمین چلائی کہ میرے لئے کشادگی کی صفت ثابت ہے۔ پہاڑ سے آواز آئی کہ مجھے ثابت قدمی کا وصف حاصل ہے۔ ہم اس بوجھ کے متحمل نہیں ہوسکے۔ شاید ہم پر آفت آئے۔ اور یہ صفت ہم سے چھین جائے۔ آدمِ خاکی بولا کہ مجھ میں کیا ہے جو مجھ سے چھین لیں گے۔ مردانہ وار سامنے آیا۔ اور جو بوجھ کہ آسمانوں سے نہ اُٹھ سکا اپنے کاندھے پر لیکر هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کا نعرہ مارنے لگا۔ حکم ہوا کہ ای خاکی دلبر یہ ساری قوت تو کہاں سے لایا۔ مشتِ خاک زبانِ حال سے بولا کہ بارِ گراں یارِ مہربان کی مدد سے اٹھاؤنگا۔

آں بار کہ از گردنِ او عرش ابا کرد	با قوتِ تو حامل آں بار تواں بود

حضرت عبدالکریم جیلی[1] اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ بندۂ کامل تمام اسماءِ الٰہی کا مظہر ہے مشترکہ غیر مشترکہ۔ ذاتیہ خواہ جلالیہ ہو یا جمالیہ۔ غرض اسماءِ ذاتیہ کا مظہر صرف انسان ہی ہے۔ اور موجودات سے اسمیں کسیکو دخل نہیں ہے۔ اور آیتِ انا عرضنا الامانۃ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اور امانت سے ذاتِ حق تعالےٰ مع اسماء و صفات مراد ہے۔ اب سوائے انسانِ کامل کے آسمان و زمین اور جو کچھ اُنمیں انواع مخلوقات میں تمام اسماءِ حق

[1] انسانِ کامل جلد اول باب ۴۸ صفحہ ۶۲۔

اور اُس کے صفات سے متصف ہونے سے عاجز ہیں۔ اسی عدم قابلیت کے باعث انھوں نے انکار کیا۔ اور اپنے قصور و ضعف کے سبب ڈر گئے۔ اور انسانِ کامل نے اُسے اُٹھا لیا۔ بیشک وہ ظلوم اپنے نفس پر ہے کیونکہ اُس سے اپنے نفس کا حق ادا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ اللہ کی حقِ ثنا ادا کرنے سے متعلق ہے۔ اور اللہ تعالے نے خود فرما دیا وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ اسی لئے انسان ظلوم ہوا کہ وہ اپنے نفس کی جسطرح چاہیئے قدر نہ کر سکا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُسے معذور رکھا اسطرح کہ اسے جہول یعنے بڑا نادان فرمایا یعنے اُسکی قدر بڑی ہے اور وہ اُس سے جاہل ہے اور وہ معذور رکھنے کے قابل ہے کیونکہ حق تعالےٰ کی حقِ ثنا ادا نہیں ہو سکتی تو وہ بھی اپنی قدر جیسی چاہیئے نہیں کر سکتا۔ اور اس آیت میں ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ کہ ظلوم[1] اسم مفعول ہے یعنے انسان مظلوم ہے اس لئے کہ انسان کامل کے حقوق پوری طور سے کسی سے ادا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اُسکا منصب عظیم ہے اور قدر بزرگ ہے۔ اب وہ اس معاملہ میں جو مخلوقات اُس سے کر رہی ہے مظلوم ہے۔ اور جہول یعنے مجہول ہے۔ اُسکی حقیقت و کنہ نامعلوم ہے۔ اور یہ حق سبحانہ کی طرف سے اعتذار انسانِ کامل کی جانب سے تمام مخلوقات کے لئے ہے تا وبالِ ظلم سے نجات

---

[1] کیونکہ فعول مفعول کے معنے میں آتا ہے ۔ ۱۲

پائیں۔ اور جب روز قیامت اس انسان کی قدر کا پردہ کھل جائیگا تو انکا
قبول فرمائیگا انتہے۔ غرض امانت تکلیف شرعی و معرفت و عشق و استعداد تجلی ذات
یہ ایک شے کے چند مرتبے ہیں۔ جبتک کہ پہلا مرتبہ نہ حاصل ہو اسکے بعد کا مرتبہ حاصل
نہیں ہو سکتا۔ گویا پہلے مرتبے کو پوست سمجھئے۔ اسکے بعد مغز ہے۔ اور سب سی جو آخر ہے وہ
مغز کا مغز ہے۔ اگرچہ جنات عبادت سی نیکبخت ہونگے اور فرشتے عصمت سی مقرب۔ لیکن انوار صفات سی ترقی پاکر
تجلی ذات سی مشرف نہیں ہو سکتے۔ یہ خاصہ حضرت انسان کا ہی ہے۔ ؎ ای ظہور تو تجلی نور نور ۞
گنج مخفی از تو آمد در ظہور ۞ پس بصورت عالم اصغر توئی ۞ پس بمعنی عالم اکبر توئی ۞ ہرچہ در تو دیدہ گردد
عکس اوست ۞ ہمچو عکس ماہ کاندر آب جوست ۞ اب اس امانت کی پیش کرنیکا سبب بیان فرماتا ہے

لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۞ تاکہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو
عذاب دے اور اللہ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں پر مہربانی کری۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی بعضوں نے
امانت میں خیانت کی انکی لئے تو عذاب ہے اور بعضوں نے اسکا حق ادا کیا لیکن ثقل حمل اور ضعف انسانیت سی تقصیر
ہوئی تو تضرع و زاری سی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور وہ تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔ خداوند عالم اس عاصی
کم سے جو کچھ تفسیر میں خطا ہوئی ہو معاف کر اور ہم سبکو بخشدے۔ للہ الحمد کہ سورۂ احزاب تمام ہوا۔

۱ انسان سے مراد ظہور ذات الٰہی مع اسماء و صفات ہے۔ ۲ توبہ کے اصلی معنی رجوع کے
ہیں لیکن یہاں حاصل معنے لکھے گئے ہیں۔ ۱۲